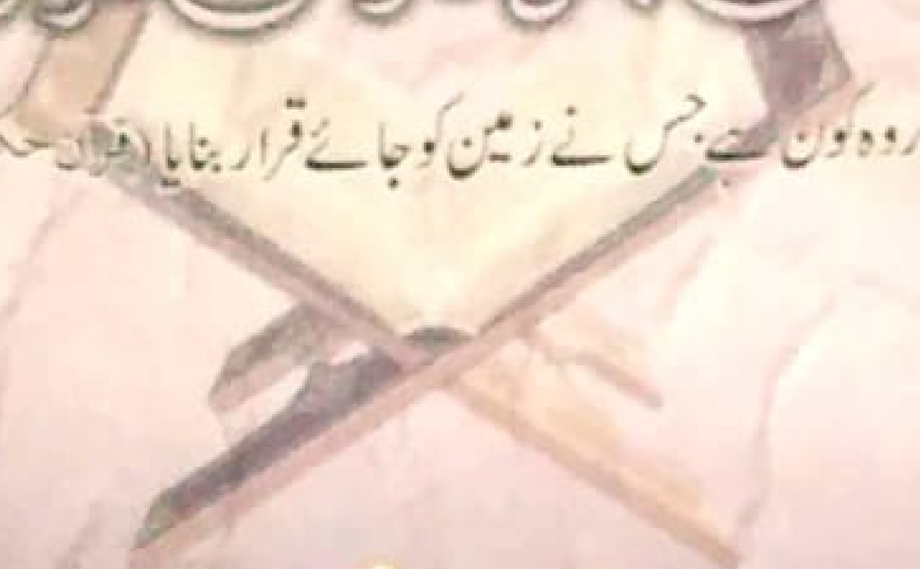

أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا

اور وہ کون ہے جس نے زمین کو جائے قرار بنایا (قرآن حکیم)

زمین نہیں گھومتی

(تقابلی جائزہ)

عمران سلیم ہاشمی

ہاشمق (پرائیویٹ) لمیٹڈ، لاہور۔ (پاکستان)

Scanned by CamScanner

زمین نہیں گھومتی

عمران سلیم ہاشمی (ایم۔اے)

Hashmiq (Pvt) ltd.

لاہور۔ پاکستان

Scanned by CamScanner

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	زمین نہیں گھومتی
مصنف	:	عمران سلیم ہاشمی
ناشر	:	ہاشمق پرائیوٹ لمٹیڈ
مطبع	:	مکتبہ جدید پریس
		ریلوے روڈ لاہور
اشاعت اول	:	نومبر 2003ء
تعداد	:	1000
قیمت	:	47 روپے

0323-8874916

0345-4169518

ملنے کا پتہ

ہاشمق پرائیوٹ لمٹیڈ فون [redacted]

پوسٹ بکس نمبر

E-Mail:-Imranaraabi@hotmail.com

انتساب

اپنے پیارے والدین کے نام جنکے چہرہ مبارک کا دیدار میرے لیے حج اکبر سے کم نہیں۔

I.S.Hashmi

Scanned by CamScanner

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1-	پیش لفظ	7
2-	ابتدائیہ	10
3-	مفروضات اور ان کا پس منظر	34
4-	ایڈز کیا ہے؟	38
5-	مفروضات پر قرآنی سرزنش	40
6-	مفروضہ گردش زمین کی تاریخ اور محرکات	41
7-	چرچ کا حقیقت پسندانہ کردار	45
8-	زمین قرآن کی نظر میں	48
9-	عملی تجربہ کی اہمیت	69
10-	خراجِ عقیدت جناب اعلیٰ حضرت امام احمد رضاؒ	71
11-	حرف آخر	75

اس کتاب کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۱۔ القرآن الحکیم

۲۔ بائبل قرآن اور سائنس، مؤلف، موریس بوکائیلے، از فرانس۔

اردو ترجمہ جناب ثناء الحق صدیقی صاحب

۳۔ The 100 مؤلف، مائیکل ایچ ہرٹ از نیویارک (امریکہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

شروع اس رب کریم کی حمد سے کہ جسکی حمد انسانی قوتوں سے ماوراء ہے اور تمام جن وانس مشترکہ طور پر اسکی صفات بیان کرنے سے قاصر ہیں اور قاصر رہیں گے، اور کمال یہ کہ انسان کے پاس حمد وثناء کی تمام قوتیں میسر ہونے کے باوجود انسانی اذھان وتخیل جہاں تھک جاتا ہے وہاں سے حمد وثنا کی ابتدا ہوتی ہے۔ اور درود ان پاکیزہ ھستیوں پہ جن پر ہمہ وقت رب ذوالجلال، فرشتے جن وانس اور وہ مخلوقات جو آسمانوں اور زمین کے درمیان ہیں درود وسلام کے پھول نچھاور کر رہے ہیں اسی کی خیرات کی گئی توفیق سے میں قارئین کی خدمت میں اپنی ناقص عقل وفہم کے مطابق قرآن الحکیم سے چند آیات مبارک کی روشنی میں (ایک عام سی غلط فہمی یا غلط خیال جو کہ ایک سچ اور نظریے کی حیثیت اختیار کر چکا ہے) کے ضمن میں قلم اٹھانے کی جسارت کر رہا ہوں، اور مقصد صرف قارئین کی سوچ کا رخ بدلنا ہے اور صحیح زاویے سے ایک نقطہ کی وضاحت کر کے ایک نتیجہ اخذ کرنا ہے، نکتہ کی وضاحت مقصد ہے ٹھونسنا مقصد ہرگز نہیں کیونکہ اس سے پہلے بھی جن حضرات نے اس موضوع پر قلم اٹھایا، بات ان کی بھی نہیں مانی گئی۔ ہر شخص کا کسی بھی شے یا مسئلے کے متعلق اپنا نکتہ نگاہ ہے لہٰذا کچھ حضرات میری اس رائے سے جو قرآن کی آیات کی روشنی میں قائم ہوئی ہے، اختلاف ہوسکتا ہے، لیکن میرا مدعا یہ ہے کہ وہ اپنے ان اختلافات کو میری قائم کردہ رائے میں موازنہ کرنے کیلئے اپنے قیمتی وقت میں سے تھوڑا سا وقت عنایت کریں جس کے لیے میں مشکور ممنون ہوں گا۔ اور میں سمجھوں گا کہ میری بیس سالہ کوشش کو ثمر مل گیا۔ زیر نظر موضوع گردشِ زمین کے بارے میں ہم غالباً بچپن ہی سے پڑھتے چلے آرہے ہیں اور یہی یقین بھی کرتے چلے آرہے ہیں کہ وہ حضرات جن میں کوپرنیکس، گلیلیو گلیلی یا

Scanned by CamScanner

راجر بیکین شامل ہیں نے بڑی جدو جہد کے بعد کچھ نتائج کافی سارے تجربات کے بعد عوام الناس کو دیے ہیں للہٰذا انکو ہر خامی سے پاک سمجھ کر قبول کیا جائے اور یہی بات ایک عام طالب علم کے ذہن میں رچی بسی ہوئی ہے۔ لیکن اس رویے سے مجھے اختلاف اس وقت ہوا جب میں نے قرآن الحکیم کی سورۃ الرحمٰن کی تلاوت کا شرف حاصل کیا اور جب یہ آیت مبارکہ میری نظروں کے سامنے سے گزری ☆ ترجمہ " کہ سوج اور چاند ایک حساب سے گردش مین ہیں"۔

تو میری رگِ تحقیق پھڑکی، کہ اللہ تعالیٰ نے صرف سورج اور چاند کی گردش کا ذکر کرنا کافی سمجھا ہے جبکہ سائنسدان زمین کی دو گردشوں کا پتہ دے چکے ہیں۔ اس سوال نے مجھے رات دِن کرب واذیت میں کئی سال مبتلا رکھا کہ سائنس کا قرآن سے اختلاف کیوں ہے جبکہ سائنس قرآن ہی کی تھیوری اور نظریات کو تجرباتی اور عملی شکل دے رہی ہے تو پھر یہ تضاد کیوں؟

گزرتے گزرتے اس واقع کو 20 سال گزر گئے 1981ء میں پیدا شدہ یہ کفیت دنیاداری کے بوجھ تلے دب گئی۔

لیکن یہ طوفان دوبارہ میرے اندر اس وقت برپا ہوا جب میں نے فرانس کے ڈاکٹر جناب موریس بوکائلے کی لکھی ہوئی کتاب La Bible La Coranet La Science کا جناب ثناء الحق صدیقی صاحب کا اردو ترجمہ جسکا نام انھوں نے بائیبل۔ قرآن اور سائنس مطبوعہ نگارشات ٹیمپل روڈ لاہور، کو پڑھا تو پھر مجھ سے نہ رہا گیا کہ اب خاموشی نیم رضا مندی نہیں بلکہ خاموشی ہلاکت سازی ثابت ہو رہی ہے، تو یہ جرات کو بیٹھا۔ اور اس جرأت کو اجاگر کرنے میں اور اس کام کو آگے بڑھانے میں اپنی عزت مآب والدہ کا احسان مند ہو بالکل اس طرح جس طرح خداوند کریم کی حمد وثناء انسانی قلم وزبان سے ممکن نہیں اسی طرح ماں کے احسان کا بدلہ بھی ناممکن ہے۔

میں اپنی اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں کہ آپ کے ذہن سے اس خیال غلط کو دھو سکوں۔ اس بات کا اندازہ آپ کتاب پڑھنے کے بعد ہی کر سکیں گے۔

کتاب کا موضوع چونکہ خالصتاً سائنسی وتحقیقی قسم کا ہے۔ جس کیلئے تاریخ اور قرآن سے مطلوبہ حوالہ جات درج کر دیئے گئے ہیں، لیکن چونکہ کتب بڑی قلیل تعداد میں میسر آئیں اور علاوہ قرآن کے باقی کتب میں جو کہ موجودہ زمانہ میں لکھی گئیں زمین کے متعلق قیاسی تحقیق پر مبنی گفتگو ہے جبکہ قرآن الحکیم نے حتمی فیصلہ صادر فرمایا ہے۔

مزید یہ میرا اس بات پر سر تسلیم خم ہے کہ میں کوئی منجھا ہوا قلم کار یا مصنف نہیں ہوں للہٰذا وہ غلطیاں جو اعلیٰ پائے کے مصنفین نہیں کرتے یا ان سے نہیں ہوتی اگر میری تحریر میں آپکو ناگوار گزریں تو ناتجربہ کار سمجھتے ہوئے درگزر سے کام لیجئے گا۔

فقط آپکی دعاؤں کا طالب

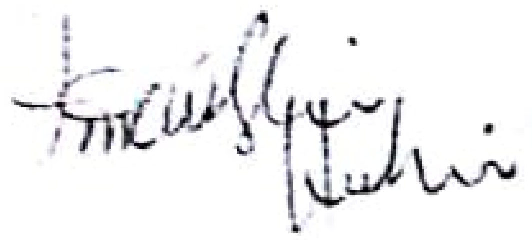

Scanned by CamScanner

پہلا باب

ابتدائیہ

مسلمان اور سائنس کی تحقیق

ایک واضح فرق جو مسلم سائنسدانوں میں اور مغربی سائنسدانوں میں ہے وہ یہ کہ اہل مغرب کا یہ خیال رہا ہے کہ مذہب کی حدود سے باہر نکل کر ہی سائنس کی ترویج وترقی ممکن جبکہ مسلم سائنسدان اس بات پر کامل یقین رکھتے ہیں کہ سائنس کی اصل ترقی قرآن حکیم کے نزول کے بعد ہوئی اور جدید ترین سائنسی اصولوں کی بنیاد ہی قرآن حکیم کی آیات کی روشنی میں رکھی گئی پھر انکو پرکھا گیا اور حرف بہ حرف ہر بیان شدہ معلومات کو تجربات کی کسوٹی پر درست تسلیم کیا گیا۔

اور جیسے کہ حبیب احمد صدیقی صاحب نے اپنی کتاب "مسلمان اور سائنس کی ترقی" میں کے آغاز میں بات کا حوالہ دیا ہے، کہ اور اس بات کا قائل روبرٹ بریفو اپنی تصنیف "تعمیر انسانیت" "Making of HUMANITY" میں یہ پڑھ کہ ہماری سائنس اس بات کے لیے عربوں کی مرہون منت ہی نہیں کہ انھیں چونکا دینے والے انکشافات یا انقلابی نظرے پیش کیے بلکہ اس سے کہیں زیادہ عربوں کی زیر بار احسان ہے یعنی اس کا وجود ہی ان کی بدولت ہے:

مندرجہ بالا اقتباس کی روشنی میں ہمیں بنظر غائر اس بات کا جائزہ لینے کا موقع میسر آتا ہے کہ آیا جو کریڈٹ روبرٹ بریفو نیر بوں کو انکی سائنسی میدان میں ترقی کیلئے دیا ہے کیا اسی کریڈٹ اور شنائی کے وہ نزولِ قرآن سے پہلے حقدار تھے۔ وہاں تو قطعی جہالت کا راج تھا اور حقوق انسانی تو کجا لوگ جانورں پر بھی ایسا ایسا ظلم کرتے تھے کہ آج بھی واقعات سنکر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ تو یہ اصل تبدیلی عربوں میں

Scanned by CamScanner

نزولِ قرآن ہی کے بعد آئی۔

تو قارئین اس چھوٹی سی کتاب میں قرآن حکیم کی چند آیات کی روشنی میں اور وہ بھی وہ آیات جن میں اس مسئلے پر گفتگو کی گئی ہے جو آج کے جدید سائنسی دور میں بھی متنازعہ شکل اختیار کر گیا ہے اور میری کاوش صرف یہ باور کرانا ہے کہ نہ یہودیت نہ عیسائیت اور نہ اسلام میں زمین کی گردش کا تصور موجود بلکہ یہ خاص الخاص طور پر یونانی فلسفہ کی پیداوار ہے جس کا ثبوت ہمیں دو طرح سے ملتا ہے ایک تو اریستارکس سیموس جو یونان کا ایک جید عالم اور فلاسفر تھا۔ اور سورج کی پرستش کرتا تھا دوسرے سورج کی پرستش کا مستند واقعہ ہمیں قرآن حکیم سے ملتا ہے کہ جب ہدہد نے حضرت سلیمان کو آ کر ملکہ بلقیس کی حکومت اور وہاں کے لوگوں اور دیوی دیوتاوں کے بارے میں معلومات فراہم کیں اور کہا کہ علاقہ سبا کے علاقے کے لوگ سورج کو پوجتے ہیں اور یہ واقع اریستارکس سے کہیں پہلے کا ہے۔

لہٰذا یہ بات ثابت ہے کہ اس تصور کا ان تینوں مذاہب میں کوئی تصور نہیں۔

لیکن اب بحث صرف یہی ہے کہ پھر جن حضرات نے اس تصور کو ہوا دی کہ زمین گردش میں ہے انکا تعلق کس مذہب سے ہے یا انہوں نے کیوں اس دیومالائی تصور کو سائنسی لبادہ پہنانے کی کوشش کی۔ اس کتاب میں اسی دیومالائی تصور اور قرآن الحکیم کی آیات کا موازنہ پیش کیا جا رہا ہے۔ امید ہے آپ یونانی فلسفہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے قرآن حکیم کی روشنی میں صرف سچائی اپنے دل و دماغ میں جگہ دیں گے۔

کیونکہ کسی مسئلے کے حل کے لیے کچھ فرض کر کے اسکی ہیت ترکیبی کرنا اور بات ہے لیکن یہ اس وقت تک جب اصل سچائی سامنے موجود نہ ہو لیکن جب سچائی روزِ روشن کی طرح آپکے سامنے ہو تو اس فرض کی گئی چیز کو جھوٹ ہی کے ساتھ منسلک رکھنا چاہیے نہ کہ اصل حقیقت کو دبا کر اس پر جھوٹ کا محل کھڑا کریں۔

کتابِ ھذا اس جھوٹ کے خلاف ایک جنگ ہے جو کہ ایک مستند سچائی اور نظریہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے نظریات کی جنگ میں وقت کی کوئی قید نہیں ہوتی اور نہ

ہی یہ جنگیں، جگہ، زندگی، یا موت کے قید و ضبط میں ہوتی ہیں، اسی طرح کی جنگیں ہزاروں سال سے ہزاروں سال تک لڑی گئیں اور لڑی جاتی رہیں گی۔

زخم زیادہ دیر تک علاج سے محروم رہے تو کینسر بن جاتا ہے اور باعث ہلاکت ہے اسی طرح جھوٹ اگر نظریہ بن جائے تو گمراہی کا باعث بن جاتا ہے۔ اور خطہ زمین پر کسی بھی جگہ گمراہی کا بویا گیا بیج پوری انسانیت کیلئے باعث شرم ہو سکتا ہے۔

کتاب کے لکھے جانے کا مقصد ہی صرف اور صرف جھوٹ کی سرزنش ہے جسے ہر دور میں ہر مکتبہ فکر نے اور ہر مذہب نے ناپسند کیا ہے اور ناپسند سمجھتا جاتا رہے گا۔ کسی عام آدمی کے جھوٹ سے عوام الناس شائد اتنے گمراہ نہ ہوں جتنا کہ کسی اخبار یا مصنف یا لیڈر کے جھوٹ بولنے پر یا جھوٹی اطلاع پر گمراہ ہو سکنے کا امکان ہے۔ اور جہاں بات سائنس کے اصول و قوائد و ضوابط و مشاہدات کی ہو تو پھر کسی سائنس دان کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات جو انہی قوائد و ضوابط کی بنیاد پر ہوں تو ان کا کلمات کا قانون یا نظریہ بن جانا کوئی عجیب یا انوکھی بات نہیں کیونکہ ہر قاری اس بات کا پہلے سے تعین کر لیتا ہے۔ کہ ایک سائنس دن نے ان تمام قائد و ضوابط کو خاطر خواہ طور پر بروئے کار لا کر یہ بات کی ہے اور اس میں ابہام اور غلطی یا مغالطے کی کوئی گنجائش باقی نہیں۔ لہٰذا عوام الناس نے اسے اپنا لیا وہ قانون بن گیا یا نظریہ تو چلیں ان تمام مشاہدات و تجربات سے گزر کر جو کلی طور پر سائنسی بنیادوں پر کیئے گئے وہ تمام نظریات وہ قوانین مان لیے میں ذرا بھی تامل نہیں، ٹکراؤ پیدا ہونے کا احتمال وھاں ہے جہاں بغیر کسی سائنسی تجربے و مشاہدے کے کسی مفروضے یا خیال کو ایک حتمی سچ مان لیا جائے اور اس سچ کو ماننے کی مختلف اشکال ہیں یا تو قہراً جبراً یا کم علمی کی بنیاد پر یہ دونوں صورتیں ممکن ہیں۔ لیکن یہاں جھوٹ کو بار بار پڑھنے والے کیلئے کیا حکم ہے۔ کہ اگر تحقیق سے پہلے جھوٹ کو لکھا جا رہا ہے یا پڑھا جا رہا ہے۔ تو قابلِ معافی ہے لیکن تحقیق و اصلیت کے سامنے آنے کے بعد جھوٹ سے چپکے رہنا یہ قطعی قابل معافی نہیں۔ لیکن آخر کب تک، قہر و جبر کے ختم ہونے پر اور علم کی موجودگی میں بہر حال اصلیت و حقیقت کو روزِ روشن کی طرح

Scanned by CamScanner

طرح سامنے آنا ہوتا ہے اور بالآخر سچ سامنے آ کر ہی رہتا ہے اور پھر ظاہر شدہ وہ حقائق جو سائنسی تجربات کے مظہر ہوں ان کو تسلیم نہ کرنا یہیں سے ہٹ دھرمی یا تعصب کا آغاز ہوتا ہے۔ اور یہی دونوں عناصر انسانی عقل وشعور پر پردہ ڈالے رکھتے ہیں اور انسان سیدھی راہ یا سچی بات کے جاننے سے ہمیشہ محروم رہتا ہے اور قرآن الحکیم میں اللہ تعالیٰ نے جھوٹے پر لعنت کی ہے چاہے وہ جھوٹ بول رہا ہو یا لکھ رہا ہوں۔ چاہے ایک بار یا بار بار کسی بھی شخص پر اپنا خیال ٹھونسنا ہرگز انصاف نہیں لیکن دعوت فکر گناہ بھی نہیں اگر کوئی نہایت عجیب وغریب نظریہ جو کسی طرح سے بھی سائنسی بنیادوں پر پورا نہ اترے اسکے سننے اور پھر اسے پرکھنے میں کوئی حرج نہیں شائد قدرت کوئی اس عجیب وغریب انداز سے کوئی گتھی سلجھا رہا ہو لہٰذا باشعور طبقہ کے افراد ہمیشہ اس قسم کی صورت حال میں اسے سننا دیکھنا اور جانچنا ایک تحقیقاتی مرحلہ کو طے کرنے کیلئے اور خود کو علم دوست ثابت کرنے کیلئے ضروری سمجھتے ہیں۔

اس بات میں قطعاً حیرانگی نہیں کہ سچائی کے سامنے آنے سے پہلے کوئی مفروضہ، حقیقت اور سچائی بن جائے جبکہ اسکے پرکھنے کیلئے وہ تمام عوامل موجود نہ ہوں جن میں مناسب حالات وآلات اور جو ممکنہ رسائی ہو سکتی ہو۔ موجود نہ ہوں۔ مثلاً ایک اللہ کی پہچان سے پہلے سینکڑوں خداؤں کا پوجا جانا ان قبائل سے عقلاً تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ جن میں سورج۔ چاند۔ درخت۔ جانور۔ کی پرستش وغیرہ، لیکن ایک اللہ تعالیٰ کی پہچان کے بعد پھر کسی طرح سے کوئی گنجائش ہی باقی نہ رہی اور یہی ایک نکتہ غور طلب ہے کہ پھر ایسا کیوں ہے کہ بظاہر جو متاثر کرنے والے عوامل ہیں ان میں چند حقائق نمایاں ہیں جن میں بنیادی جہالت اور جاہلانہ ماحول، ہٹ دھرمی ماحولیاتی تعصب، حسد وبغض خوف یا اخلاقی جرأت کی کمی وغیرہ یہ وہ عوامل ہو سکتے ہیں جو کسی سچائی اور حقائق کو تسلیم کرنے سے مانع رکھتے ہوں اور انکی موجودگی میں انسان بہت کم کسی مسئلے کے روشن پہلو کو دیکھے۔

چلیں ان تمام عوامل کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک آخری مستند عمل کا جائزہ لیتے

ہیں اور وہ ہے انفارمیشن کہ اگر کسی شخص میں متذکرہ بالا کوئی اس طرح کا جبلی وفطری یا ماحولیاتی نقص موجود نہیں تو پھر اس حقیقت سے مطلع ہی نہیں ہو سکا تب بھی اسکا کسی بھی قسم کے مفروضے پر سچ کا گمان کرنا قابلِ قبول ہے، وگرنہ دوسری کوئی صورت یقین نہیں دلاتی کہ ایک شخص کھلی آنکھوں سے روشنی کو دیکھ کر اسے اندھیرے کا نام دے تو پھر اس قسم کی سوچ رکھنے والے حضرات سے کبھی بھی روشن پہلو کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

میری اس کاوش وجدوجہد کا مقصد اولین یہ ہے کہ ایک عام انسان غور وفکر کے بعد ہی اور وہ بھی صحیح راستہ ناپید ہونے کی صورت میں کسی مفروضے کو قبول کرے تو بجا ورنہ وہ گمراہی کے گڑھے میں جا گرے گا۔

زیر مطالع کتاب زمین نہیں گھومتی ایسے تمام مفکرین ودانشوروں کیلئے دعوتِ فکر ہے جو کسی تکنیکی یا سائنسی مفروضے یا مسئلے کو آنکھیں بند کر کے قبول نہیں کرتے اور عقلِ سلیم جیسی نعمت کی ہوتے ہوئے مبہم اور واضح چیزوں کے فرق کو سمجھ کر فیصلہ کرتے ہیں جو آئندہ نسلوں کیلئے بھی مشعل راہ ہونے چاہیں۔

قرآن حکیم کی حتمی اور مستند حیثیت سے صرف کافر ہی انکار کر سکتے ہیں اور قرآن خود کہہ رہا ہے کہ انکے دل گواہی دیتے ہیں اور دماغ تمام سچائیوں کو قبول کرتے ہیں مگر کونسی مجبوری انھیں اس سچائی کے اقرار سے روک رہی ہے۔ تو بات وھی ماحولیاتی تعصب یا خوف یا ہٹ دھرمی وفطری منافرت بلاوجہ اور بے بنیاد بغض یا نسلی ودیعت شدہ بخیلی ورنہ اور کوئی وجہ نہیں کہ کسی مستند سچائی سے انکار کیا جائے بلکہ اس کی ہیت ہی کو توڑ مروڑ کے رکھ دیا جائے اور پھر اس پر جم کر اسی کے سچ ہونے کا دعویٰ بھی کر دیا جائے۔ تو قرآن اسی قسم کے رویے کو افسوسناک قرار دیتا ہے قرآن جو تمام جہانوں کیلئے مشعل راہ ہے ہر اس شخص کیلئے رحمت ہے جو اسکی سچائی کو تسلیم کرتا ہے اور اسکے لیے عذاب ہے جو اسے سچ تسلیم نہیں کرتا۔

کتاب لکھنے کا مقصد ان چند غلط فہمیوں کو دور کرنا ہے جو کہ نہ صرف غیر مسلم اقوام کے ذھنوں میں رچ بس گئی ہیں بلکہ اُمتِ مسلمہ کے اذھان میں بھی تحقیقی سوچ

Scanned by CamScanner

کی قلت کی وجہ سے شک کی حالت اختیار کرتی جارہی ہیں اور شک ایمان کیلئے دیمک ہے اور کمزوری کا باعث ہے اگر کسی تحقیق کے نتیجے میں کوئی ایجاد یا نظریہ مغربی سائنس دانوں کی محنت و کاوش سے معرض وجود میں آتا ہے اور فوراً ہی یہ دعویٰ بھی سنائی دیتا ہے کہ اب مسلمان کہیں گے کہ یہ تو قرآن میں پہلے سے ہی لکھا ہے۔ مسلمان فلاسفر یا محققین اگر اس کو جوع کا توع مانتے ہیں۔ اور اگر ایسا ہے تو اس قسم کے رویے کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ اسی سلسلے میں یعنی گردشیں زمین کے متعلق ترکی کے ایک ڈاکٹر صاحب جنھوں نے اسلام اور سائنس کے موضوع پر بڑی جامع گفتگو کی ہے۔ اُس نظریے کو بڑے مضبوط انداز میں قرآن ہی سے درست ثابت کیا ہے جسکی بنیاد تین سو سال قبل مسیح اریستارکس سمیس نے مفروضہ کی صورت میں رکھی۔

اس قسم کے دعوے بھی مغرب سے وارد ہوتے رہتے ہیں جی فلاں چیز بتائیں قرآن میں اور فلاں بھی بتائیں کیونکہ سائنس نے تو یہ ثابت کردیا مگر قرآن میں کہیں نظر نہیں آتا لہٰذا اگر تو کسی آیت مبارک کے حوالے سے کوئی بات سمجھنے والے کو سمجھ آتی ہے تو وہ ضرور بتلاتا ہے ورنہ خاموشی اختیار کرلی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سائنس فطری تقاضوں کو پورا کرلینے کے بعد ہی کوئی حتمی نتیجہ پیش کرتی ہے اور قرآن بھی اسکی تائید کرتا ہے، بشرطیکہ اسکی بنیاد عین فطرت کے قانون پر رکھی گئی ہو۔

لیکن اگر صرف کسی مفروضے ہی کی بنیاد پر کوئی دعویٰ قائم کردیا جائے اور صرف یہی نہیں بلکہ اسی مفروضے پر مزید پانچ، سات مفروضے اس ایک مفروضے کو سچ ثابت کرنے کیلئے قائم کیے گئے ہوں تو قرآن تائید کی بجائے سرزنش کرتا دکھائی دیتا ہے۔ ایسا عین ممکن ہے کہ قرآن کے طالب علم کو ترجمہ سے اور تفسیر سے فوری طور پر کوئی جواب نہ مل سکے اسکی وجہ طالب علم کی اپنی علمی سطح ہوسکتی ہے، اور ممکن ہے وہ کسی بھی وقت اپنے مطلوبہ مقاصد تک قرآن کی بدولت راہنمائی حاصل کرلے۔

اس تمام کاوش کا مقصد بھی صرف یہی ہے کہ اپنی کم نگاہی کی وجہ سے نعوذ باللہ کوئی انسان قرآن حکیم کو اسکے اعلیٰ درجات سے نیچے نہ لے آئے۔ انسان کا ذہن اور

سوچ مشکوک ہوسکتی ہے۔ ناقص اور بے بنیاد ہوسکتی ہے اور اس میں سائنس ذمہ دار ہے اور نہ قرآن الحکیم۔

اس بات میں ذرا شک نہیں کہ سائنس نے دنیا کی تقدیر بدلنے میں خاطر خواہ کارنامے انجام دیے اور دنیا کے مختلف خطوں میں سائنسدانوں نے اپنی اپنی خدمات پیش کیں دنیا ایسی عظیم شخصیات سے خوب واقف ہے یہاں میں صرف چند نام زیر بحث موضوع کے حوالے سے لینا چاہوں گا۔ جن میں راجر بیکن، گلیلیو گلیلی، کوپر نیکس، ٹائیکو براھے وہ واحد عظیم نام ہیں جنھوں نے انسان کیلئے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ سائنسدان ہونے کے ساتھ ساتھ بالآخر انسان بھی ہیں۔ اور غلطی، مغالطہ، انسان کا خاصہ ہے۔ چاروں سے ایک ایسی اصولی غلطی ہوئی جسکی کی نشاندھی کرنے کی ضرورت محسوس کی جاتی رہی لیکن یہ تسلیم کرنا خاصا مشکل ہے کہ صفِ اول کے سائنس دانوں کی حیثیت سے اندھی تقلید کی توقع نہیں کی جاسکتی کیونکہ اس حیثیت اور درجہ کے سائنس دانوں کے قلم سے نکلی ہوئی بات اکثر مستند ہی ہوا کرتی ہے اوز اسی بنیاد پر وہ آنے والی نسلوں کے لیے اصول یا کلیہ بنجاتی ہے۔ لہٰذا ہم یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ چاروں سائنس دانوں نے باری باری ایک دوسرے کی تائید کی۔ تائید یا تنقید اہل علم کا خاصہ رہی ہے، لیکن جسطرح تعمیری تنقید کو ہمیشہ سراہا گیا ہے اسی طرح منصفانہ اور عادلانہ تائید کو بھی سراہا گیا ہے غیر تعمیری تنقید ہو یا اندھی تقلید، خصوصاً جو حضرات تحقیق کے شعبہ سے منسلک ہوں تو پھر یہ کام زیادہ احتیاط طلب ہوتا ہے۔ اور اسی احتیاط کا فقدان نظر آرہا ہے۔ نظریہ گردش زمین کی تائید ہیں۔

تاریخ تائید و اختلاف سے بھری پڑی ہے اور سب سے زیادہ بڑے ٹھوس ثوابت کے ساتھ نظریہ توحید پر اختلافات خدا کو نا ماننے والوں کے پاس موجود ہیں۔ یہی حال اس نظریہ کی فیور میں ہے۔ دونوں اپنے اپنے اصولی موقف پر قائم ہیں۔ اور دونوں اپنے آپ کو ٹھیک کہتے ہیں جبکہ ان میں سے ایک ٹھیک ہے ایک غلط کیونکہ دونوں ٹھیک ہو نہیں سکتے۔ کہ سچا بھی ٹھیک اور جھوٹا بھی ٹھیک۔

Scanned by CamScanner

قرآن حکیم کو اسی لیے پوری دنیا کے انسانوں کیلئے راہِ نجات کیا گیا ہے کہ یہ بے تکی اور من گھڑت نظریوں قصے کہانیوں اور بے بنیاد خیالات کا قلع قمع کرتا ہے لیکن یہ ہدایت ہے ان کیلئے جو ہدایت کے طلب گار ہوں۔

لہٰذا قرآن الحکیم سے کیونکر کسی مفروضے کے ضمن میں سچائی تلاش کی جا سکتی ہے۔ من گھڑت مفروضوں کو تراشنا اور پھر قرآن الحکیم کو اس طرف موڑنا یا کسی کی کہی گئی بے بنیاد بات کو قرآن سے خواہ مخواہ سچ ثابت کرنا یہی بات قرآن الحکیم کے ساتھ ظلم کے مترادف ہے۔ لہٰذا اس کتاب کے حوالہ سے میں یہ ان حضرات کو یہ پیغام دینا چاہوں گا جو قرآن الحکیم سے ہدایت حاصل کرنے کی بجائے اپنی ناقص عقل کو قرآن کے فیصلوں سے برتر سمجھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ چند دانشور فلاسفر سائنس دان مل کر کسی بھی قرآنی سچائی پر اپنی ذاتی رائے کو مقدم کر سکتے ہیں۔

جو قرآن پر یقین نہیں رکھتے ایسے افراد کیلئے میں کہنا چاہوں گا کہ آیا وہ صرف اسی لیے کجروی اختیار نہیں کرتے کہ کچھ انکو سمجھ نہیں آرہا ہوتا۔ بلکہ بقول علامہ اقبال

''کہ خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں''

یہی ستم ظریفی پہلے کی الہامی کتابوں کے ساتھ رہی ہے۔ اور جو نکات انسان کی عقل سے بالاتر ہیں ان نکات کو اپنی فہم و فراست کے محور پر لے آتے ہیں اور اپنی ذہنی سطح تک لے آتے ہیں اس سطح تک جو کہ ناقص ہے۔ لہٰذا عقل مفقود ہو جاتی ہے اور ذاتی فیصلے اور مضحکہ خیز مفروضے جنم لینا شروع کر دیتے ہیں۔ اور ایسے مفروضے جن میں انسان کے جدامجد کو بندر کہہ کر انسانیت کی تذلیل کی جاتی ہے۔ ایسی ذاتی آراء سے کہیں فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں ظاہر کیا جاتا ہے کہیں کسی پیغمبرؑ کو (نعوذ باللہ) جادوگر کا نام دیا جاتا ہے یعنی جو ماورائے انسانی عقل و شعور میں انسان انہیں اپنی سوجھ بوجھ کے مطابق مختلف سانچوں میں ڈھالتا آیا ہے اور انسانوں کا یہ وطیرہ آج بھی قائم و دائم ہے اور اسقدر مادی ترقی کے باوجود انسانی اذہان توہم، تعصب، اور تنگ نظری کی قید میں ہیں۔

موریس بوکائلے کی کتاب کے اردو ترجمہ سے لئے لئے چند اقتسابات:

صفحہ نمبر 13 سے 18۔ عیسائیت نے عبرانی بائیبل کو اپنا لیا ہے

سے لیکر............ جدید سائنسی معلومات کی روشنی میں جائزہ) تک

صفحہ نمبر 20 = صحیفوں کے متون............ سے لیکر............ حقیقی نہ سمجھا جائے)

صفحہ نمبر 23 = (جب میں نے لیلے پل............ سے لیکر............ حرف گیری کی جا سکے)............ تک

صفحہ 24 = یہ تفادات ناممکنات............ سے لیکر صمد و معاون ثابت ہو سکتی ہے...... تک

صفحہ نمبر 193 = (میں اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہوں............ سے لیکر صفحہ نمبر 195 تک دور میں تسلیم کیا گیا ہے۔

صفحہ نمبر 189 =

صفحہ نمبر 196 = لیکن قرآن کا مقصد............ معلومات ناکافی ہوتی تھیں۔

صفحہ نمبر 197 تا 199 = اسی طرح میں نے کوشش کی .... سے لیکر .... مطابقت پائیں گے۔

عیسائیت نے عبرانی بائیبل کو اپنا لیا ہے اور اس سال اس میں چند ضمیمہ جات کا اضافہ کر دیا ہے لیکن اس میں ان تمام شائع شدہ تحریروں کو تسلیم نہیں کیا جن کا مقصد ہی انسانوں کو حضرت عیسٰیؑ علیہ السلام کے مشن سے آگاہ کرنا تھا۔ کلیسا نے ان کتابوں کی اشاعت میں قطع و برید سے کام لیا ہے جن میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی حیثیت اور تعلیمات کا ذکر ہے۔ اس نے عہد نامہ جدید میں صرف ایک محدود تعداد میں تحریروں کو محفوظ رکھا ہے جن میں اہم ترین وہ چار اناجیل ہیں جن کو شرعی حیثیت حاصل ہے۔ عیسائیت کسی ایسی وحی کو تسلیم نہیں کرتی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے حواریوں کے بعد نازل ہوئی لہٰذا وہ قرآن کو مسترد کر دیتی ہے۔

''نزول قرآن حضرت عیسٰی علیہ السلام کے چھ سو سال بعد ہوا۔ وہ بہت سی ان معلومات کو قائم و برقرار رکھتا ہے جو عبرانی بائیبل اور اناجیل میں پائی جاتی ہیں۔ اس

Scanned by CamScanner

لئے اس میں اکثر توریت اور انجیلوں کو حوالے ملتے ہیں۔ قرآن میں مسلمانوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ ان تمام صحیفوں پر ایمان لائیں جو اس سے پہلے نازل ہوئے (سورہ ۴ آیت ۱۳۱۶) یہ اس اہم مقام پر زور دیتا ہے جو وحی و تنزیل کے معاملہ میں خدا کے پیغمبروں کو حاصل ہے، جیسے نوح، حضرت ابراہیم، موسیٰ، دیگر انبیاء اور عیسیٰ علیہ السلام جن کو ایک خصوصی حیثیت حاصل ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کو اناجیل کی طرح قرآن بھی ایک فوق الفطرت واقعہ قرار دیتا ہے۔ اسی طرح حضرت مریم علیہ السلام کو بھی ایک خصوصی مقام دیا گیا ہے، جیسا کہ اس حقیقت سے ظاہر ہے کہ انیسویں سورۃ ہی ان کے نام پر ہے۔"

"اسلام کے بارے میں مذکور الصدر واقعات کا مغرب کو عام طور پر علم نہیں ہے۔ اس صورت میں یہ کوئی حیرت خیز بات نہیں رہتی، جب ہم اس طریقہ پر غور کرتے ہیں جس طریقہ سے مغرب میں اتنی بہت سی نسلوں کو ان مذہبی مسائل کی جن سے بنی نوع انسان کو سابقہ تھا تلقین کی گئی اور اسلام سے متعلق ہر بات سے ان کو تاریکی میں رکھا گیا۔ ایسی اصلاحوں کا استعمال جیسے دین محمدی (محمدن ریلیجن) اور محمدیت (محمڈ ازم) زمانہ حال تک اس غلط خیال کو برقرار رکھنے میں معین و مددگار ثابت ہوا کہ اسلامی عقائد ایک شخص کی جدوجہد سے پھیلے جس میں (عیسائیت کے نقطہ نظر سے) خدا کو کوئی مقام حاصل نہیں ہے۔ اس وقت بھی بہت سے مہذب لوگ ایسے ہیں جو اسلام کے فلسفیانہ، معاشرتی اور سیاسی پہلوؤں سے تو دلچسپی رکھتے ہیں لیکن جیسا کہ فی الواقع انہیں چاہیے وہ اسلامی وحی و تنزیل کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے سلسلہ میں ذرا بھی غور و فکر سے کام نہیں لیتے۔

تاہم ان دنوں عیسائی دنیا میں بلند سطح پر ایک قابل ذکر تبدیلی دکھاتی دے رہی ہے۔ ویٹیکن کے غیر مسیحی امور کے شعبہ سے فرانسیسی زبان میں " اورنیتاسیوں پوراں دایالوگ انتر کرستیاں اے مسلمان" (عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین بات چیت کے لئے نئی راہیں) کے عنوان سے ایک دستاویز شائع ہوئی ہے جس کی تیسری

فرانسیسی اشاعت مورخہ 1970ء سرکاری رویہ میں ایک گہری تبدیلی کی نشان دہی کرتی ہے۔ ایک جانب تو اس دستاویز نے قاری کو اس فرسودہ تصور کو ذہن سے محو کر دینے کی دعوت دی ہے جو اسلام کے بارے میں عیسائیوں کے یہاں بطور ورثہ چلا آ رہا ہے یا تعصب اور الزام تراشی کے سبب جس کو مسخ کر دیا گیا ہے۔ دوسری طرف ویٹیکن کی اس دستاویز میں اس ناانصافی کا اعتراف کیا گیا ہے جو مسلمانوں کے ساتھ روا رکھی گئی ہے اور جس کے لئے مغرب اپنی عیسائیت کی تعلیم کی بناء پر موردِ الزام قرار پاتا ہے۔ اس میں ان غلط تصورات پر بھی تنقید کی گئی ہے جو مسلمانوں کے عقیدۂ قضا و قدر، اسلامی شرعیت پرستی، جبر و تشدد وغیرہ کے بارے میں عیسائی قائم کئے ہوئے ہیں۔ یہ دستاویز اللہ تعالیٰ کی واحدنیت پر زور دیتی ہے اور اس چیز کی یاد دہانی کراتی ہے کہ الازہر کی جامعہ اسلامیہ قاہرہ میں سامعین اس وقت کس قدر حیران و ششدر رہ گئے جب کاردنیال کوئنگ نے مسجد جامع میں مارچ ۱۹۹۶ء کی ایک سرکاری کی بھی یاد دہانی کرائی گئی ہے کہ ۱۹۷۶ء میں ویٹیکن کے دفتر میں عیسائیوں کو اس غرض سے مدعو کیا گیا تھا کہ وہ ماہ رمضان المبارک کے اختتام پر مسلمانوں کے لئے بصمیم قلب نیک تمناؤں کا اظہار کریں۔

رومن کیتھولک کی مجلس اور اسلام کے مابین قریبی تعلقات قائم کرنے کے لئے ان ابتدائی اقدامات کے بعد مختلف مظاہر سامنے آئے اور دونوں کے درمیان ملاقاتوں سے ایک گونہ استقامت پیدا ہوئی۔ لیکن مغربی دنیا میں جہاں یہ سب کچھ ہوتا رہا اور جہاں پریس، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی شکل میں ابلاغ عامہ کے کافی ذرائع موجود ہیں اس قدر بڑی اہمیت کے واقعات کی بہت کم اشاعت ہوئی۔ اخبارات نے غیر مسیحی امور کے ویٹیکن کے دفتر کے صدر کاردنیال پگنیدولی کی ۲۴ اپریل ۱۹۷۴ء کو ہونے والی سعودی عرب کے شاہ فیصل کے ساتھ سرکاری ملاقات کو اپنے صفحات میں بہت کم جگہ دی۔ فرانسیسی اخبار لے موند (دنیا) نے ۲۵ اپریل ۱۹۷۴ء کی اشاعت میں اس واقعہ کو چند سطروں میں نمٹا دیا۔ لیکن سطور میں کس قدر مہتم بالشان خبر

Scanned by CamScanner

تھی۔ یہ ہمیں اس وقت معلوم ہوا جب ہم نے پڑھا کہ کس طرح کارونیال نے شاہ موصوف کو پوپ پال ششم کی جانب سے ایک ایسا پیغام پہنچایا جس میں ہز ہولی نس کی طرف سے جلالۃ الملک شاہ فیصل کی خدمت میں اسلامی دنیا کے سربراہ کی حیثیت سے اس گہرے یقین کے ساتھ بہترین تمنائیں پیش کی گئی تھیں کہ خدائے واحد کی عبادت کے معاملہ اسلامی اور عیسائی دنیائیں متحد ہو جائیں۔

چھ ماہ بعد اکتوبر ۱۹۷۴ء میں پوپ نے سعودی عرب نے علماء کو ایک سرکاری دورے پر ویٹیکن میں باریاب کیا۔ اس موقع پر اسلام میں انسان کے تمدنی حقوق پر عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان بات چیت ہوئی۔ ۲۶ اکتوبر ۱۹۷۴ء کو ویٹکین کے اخبار "آبزرویٹر رومانو" نے اس تاریخی واقعہ کو صفحہ اول کے بیان میں پیش کیا، اور اس خبر کو روم میں منعقدہ ارکان کلیسا کی میٹنگ کے آخری دن کی اطلاع کے مقابلہ میں زیادہ جگہ دی گئی۔

بعد میں سعودی عرب کے علمائے کرام کو کلیسائے جنیوا کی عالمگیر کونسل اور اسٹراسبرگ کے لاٹ پادری ہنر گریس الکنگر نے خوش آمدید کہا۔ پادری صاحب نے ان کو اپنے گرجا میں دوپہر کی دعا میں شرکت کے لئے مدعو کیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس واقعہ کی وجہ سے اس کی اس قدر تشہیر ہوئی، وہ اس کی غیر معمولی نوعیت تھی نہ کہ ایک انتہا مذہبی اہمیت کا واقعہ، ان تمام موقعوں پر میں نے جن لوگوں سے بھی اس کے بارے میں سوال کیا ان میں سے بہت ہی کم ایسے تھے جنہوں نے یہ جواب دیا کہ ہمیں اس کے متعلق کچھ واقفیت ہے۔

پوپ پال ششم کا اسلام کی جانب یہ فراخدلانہ طرزِ عمل دونوں مذاہب کے درمیان تعلقات میں سنگِ میل ثابت ہوگا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ:

"مجھے پختہ یقین ہے کہ خدائے واحد کی عبادت کی بنیاد پر اسلامی اور عیسائی دنیاؤں میں اتحاد ممکن ہے"

مسلمانوں کے بارے میں کیتھولک گرجا کے سربراہ کے جذبات و تاثرات کا

تذکرہ یقیناً ضرور ہے۔ عیسائیوں کی ایک کثیر تعداد جس کی تربیت کھلی دشمنی کی فضا میں ہوئی ہے وہ اصولی طور پر اسلام کے بارے میں غور کرنے کے بھی خلاف ہے۔ ویٹیکن کی دستاویز میں اس امر پر اظہار افسوس کیا گیا ہے۔ ان کے اس طرزِ عمل کا سبب یہ ہے کہ انہیں اسلام کی حقیقت سے قطعاً ناواقف رکھا گیا ہے اور یہ کہ انہوں نے اسلامی وحی والہام کے بارے میں جو خیالات قائم کئے ہیں وہ سربسر غلط ہیں۔

اس کے باوجود جب ایک توحید پرست مذہب کی وحی و تنزیل کے کسی نیک پہلو کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ ہی یہ بھی دیکھا جائے کہ اس موضوع کے سلسلے میں باقی دو مذاہب کا کیا موقف ہے۔ کسی ایک مسئلہ کا وسیع مطالعہ ایک محدود جائزہ سے زیادہ دلچسپ ہوتا ہے۔ لہٰذا بعض ان مضامین کے جن پر صحیفوں میں بحث کی گئی ہے اور ۲۰ ویں صدی کے سائنسی حقائق کے مابین مقابلہ میں تینوں ہی مذاہب آجاتے ہیں۔ علاوہ ازیں جب مادیت کی غارت گری کا خطرہ لاحق ہو، اس وقت تینوں مذاہب کا اپنے قریبی روابط کے لحاظ سے مضبوط اتحاد کارآمد رہے گا۔

"یہ تصور کے سائنس اور مذہب ایک دوسرے کے مخالف ہیں یہودی۔ عیسائیت کے زیرِ اثر ممالک میں بھی اس طرح پھیلا ہوا ہے جیسا کہ اسلامی دنیا میں ہے۔ خصوصیت سے سائنسی حلقوں میں میں اگر اس مسئلہ پر تفصیل سے بحیثیت کی جائے تو طویل مباحث کا ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ لہٰذا اس کتاب میں میرا ارادہ صرف ایک پر گفتگو کرنے کا ہے خود صحیفوں کا جدید سائنسی معلومات کی روشنی میں جائزہ۔"

صحیفوں کے متون اور سائنسی معلومات کے مابین تناقص نے ہمیشہ انسان کے غور و فکر کے لئے غذا فراہم کی ہے۔

جس طرح بائیبل کے معاملہ میں سیٹن آگسٹائن نے کہا تھا اسی طرح اسلام نے بھی ہمیشہ سے یہ طرزِ عمل اختیار کر رکھا ہے کہ صحفِ مقدس میں جو معلومات شامل ہیں وہ سائنسی حقائق سے مطابق رکھتی ہوں۔ اسلامی وحی کے حالیہ جائزہ نے اس صورتِ حال میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی ہے۔ جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے قرآن کریم

Scanned by CamScanner

میں مقدس بائبل سے کہیں زیادہ سائنسی دلچسپی کے مضامین زیر بحث آئے ہیں۔ بائبل میں یہ بیانات محدود تعداد میں ہیں لیکن سائنس سے متبائن ہیں۔ اس کے برخلاف قرآن میں بکثرت مضامین سائنسی نوعیت کے ہیں۔ اس لئے دونوں میں کوئی مقابلہ نہیں۔ مؤخر الذکر میں کوئی بیان بھی ایسا نہیں جو سائنسی نقطہ نظر سے متصادم ہوتا ہو۔ یہ وہ بنیادی حقیقت ہے جو ہمارے جائزہ لینے سے ابھر کر سامنے آئی ہے۔

کسی صحیفہ کے سائنسی اعتبار سے قابلِ اعتماد اور نا قابلِ اعتماد ہونے کے مسئلہ پر غور وفکر کرنے کے لئے کچھ وضاحت درکار ہے۔ یہاں اس بات پر زور ڈینا پڑتا ہے کہ جب سائنسی معلومات سے متعلق گفتگو کی جاتی ہے تو اس سے وہ حقائق مراد ہوتے ہیں جو قطعی طور پر تسلیم کر لئے گئے ہیں۔ اس اصول سے ایسے توضیحی نظریات خارج از بحث ہیں جو کسی ایک وقت میں کسی خاص حادثہ پر روشنی ڈالنے کے لئے مفید معلوم ہوتے ہیں لیکن جن کو کسی ایسی توضیح کے لئے ترک کر دیا جاتا ہے جو سائنسی ترقی کے ساتھ زیادہ ہم آہنگ معلوم ہوتی ہے۔ یہاں میرا ارادہ جس چیز پر غور کرنے کا ہے وہ مسلمہ حقائق ہیں یا پھر وہ مسائل ہیں جن پر اگرچہ سائنس ابھی نامکمل معلومات فراہم کر سکی ہے۔ تاہم آگے چل کر وہ کسی غلطی کے اندیشہ کے بغیر کام میں لانے کے لئے پوری طرح استوار ہو جائیں گے۔

مثال کے طور پر سائنس دانوں کے پاس کرۂ ارض پر انسان کے ظہور کی قریبی تاریخ بھی موجود نہیں ہے۔ تاہم انھوں نے انسانی صنعت کی ایسی باقیات دریافت کر لی ہیں جن کا تعین بغیر کسی شک وشبہ کے دس ہزار سال قبل مسیح سے پہلے کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ہم تسلیم نہیں کر سکتے کہ اس موضوع پر بائبل کی بیان کردہ حقیقت سائنس کے ساتھ مطابقت رکھتی ہیں۔ کتاب پیدائش کے بائبل کے متن میں جو تاریخیں اور نسب نامے دیئے گئے ہیں، وہ نسلِ انسانی کی پیدائش (یعنی تخلیقِ آدمؑ) کو تقریباً ۳ ۷ صدی قبل مسیح قرار دیتے ہیں۔ ممکن ہے مستقبل میں سائنس ہمارے لئے ایسی معلومات فراہم کر دے جو ہمارے موجودہ حسابات سے زیادہ صحیح ہو لیکن اس بات کا کامل یقین

ہے کہ وہ ہمیں کبھی یہ نہیں بتائے گی کہ انسان کا سطح ارض پر ظہور ۵ ۷ ۶۳ سال پہلے ہوا تھا جیسا کہ ۱۹۶۵ء کے اعتبار سے عبرانی تقویم میں بتایا گیا ہے۔[1] لہٰذا انسان کی قدامت سے متعلق بائبل کی معلومات غیر صحیح ہیں۔

سائنس کے ساتھ اس مقابلہ میں مذہبی نوعیت کے مسائل کو شامل نہیں کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر سائنس کے پاس اس بات کی کوئی تشریح وتاویل نہیں ہے کہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو اپنا جلوہ کیسے دکھایا۔ یہی بات فطرت کے اس راز کے بارے میں کہی جا سکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک جسمانی باپ کے بغیر کیسے تولد ہوئے۔ علاوہ ازیں صحیفے بھی اس نوع کی معلومات کے لئے کوئی مادی توضیح وتشریح نہیں کرتے۔ لہٰذا ہمارا موجودہ جائزہ ان باتوں سے متعلق ہے جو صحف سماوی ہمیں مختلف النوع مظاہر کے بارے میں بتاتے ہیں اور جن کی کسی نہ کسی حد تک وضاحت کی جا سکتی ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھ کر ہمیں اس اختلاف کو دیکھنا چاہئیے جو ایک ہی موضوع سے متعلق قرآن میں کثیر تعداد میں اور باقی دو صحیفوں میں محدود تعداد میں معلومات کے بارے میں ہے۔

جب میں نے پہلے پہل قرآنی وحی وتنزیل کا جائزہ لیا تو میرا نقطۂ نظر کلیۃً معروضی تھا۔ پہلے سے کوئی سوچا سمجھا منصوبہ نہ تھا۔ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا۔ کہ قرآنی متن اور جدید سائنس کی معلومات کے مابین کس درجہ مطابقت ہے۔ تراجم سے مجھے پتہ چلا کہ قرآن ہر طرح کے قدرتی حوادث کا اکثر اشارہ کرتا ہے۔ لیکن اس مطالعہ سے مجھے مختصر سی معلومات حاصل ہوئیں۔ جب میں نے گہری نظر سے عربی زبان میں اس کے متن کا مطالعہ کیا اور ایک فہرست تیار کی تو مجھے اس کام کو مکمل کرنے کے بعد اس شہادت کا اقرار کرنا پڑا جو میرے سامنے تھی۔ قرآن میں ایک بھی بیان ایسا نہیں لا جس پر جدید سائنس کے نقطۂ نظر سے حرف گیری کی جا سکے۔

اس کتاب کے تیسرے حصہ میں ایک مقدس صحیفہ میں سائنس کے غیر معمولی طور پر استعمال کی مثال پیش کی گئی ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جدید دینوی

Scanned by CamScanner

علوم نے قرآن کریم کی ان بعض آیات کو اچھی طرح سمجھنے میں مدد دی ہے جو اس سے پہلے اگر نا قابل فہم نہیں تھیں تو معمہ ضرور بنی ہوئی تھیں۔ یہ بات ہمارے لئے اس وجہ سے تعجب خیز نہیں رہتی کہ ہمارے علم کے مطابق اسلام کے نقطۂ نظر سے مذہب اور سائنس کی حیثیت ہمیشہ دو جڑواں بہنوں کی سی رہی ہے۔ شروع ہی سے اسلامی تمدن کے دورِ عروج میں سائنس نے حیرت انگیز ترقی کی ہے جس سے نشاۃ الثانیہ سے قبل خود مغرب نے بھی استفادہ کیا ہے۔ موجودہ سائنسی معلومات نے قرآن کی آیات پر جو روشنی ڈالی ہے اس سے صحیفوں اور سائنس کے درمیان مقابلہ کے لئے فہم و ادراک کی ایک نئی راہ نکل آئی ہے۔ پہلے یہ آیتیں اس معلومات کے عدم حصول کی بنا پر مبہم تھیں جو ان کی توضیح و تشریح میں ممد و معاون ہو سکتی ہے۔

میں اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہوں کہ اسلام کے متعلق مستثنیٰ حالتوں میں عام طور جو فیصلے کیے جاتے تھے میں ان کے باطل ہونے کا احساس کر سکتا تھا۔ خود سعودی عرب میں بھی مجھے ایک ہلکا سا اشارہ اس بات کا مل گیا تھا کہ اس موضوع پر مغرب میں جو رائیں قائم کی جاتی ہیں ان میں کس حد تک غلطی کا عنصر ہوتا ہے۔

درحقیقت اس سلسلہ میں میں مرحوم شاہ فیصل کا بے حد ممنون ہوں جن کے لیے میرے دل میں احترام کا شدید جذبہ موجود ہے۔ مجھے ان کو اسلام کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے سننے اور جدید سائنس کے سلسلہ میں ان کے سامنے بعض مسائل پیش کرنے کا جو شرف حاصل ہوا وہ میرے لیے ایک انتہائی یادگار واقعہ ہے۔ مجھ پر یہ ایک بے پایاں کرم ہے کہ میں ان سے اور ان کے حوارئین سے ایسی قیمتی معلومات حاصل کر سکا۔

چونکہ مجھے اب اس وسیع خلا کا علم ہو گیا ہے جو اسلام کی حقیقت کو اس موہوم تصور سے جدا کرتا ہے جو ہمیں مغرب میں دیا جاتا ہے لہٰذا میں نے اس بات کی بڑی ضرورت محسوس کی کہ عربی زبان (جس کو میں بول نہیں سکتا تھا) سیکھوں تاکہ ایسے مذہب کے مزید مطالعہ کے لیے جس کو غلط سمجھا گیا ہے خود کو پوری تیار کر سکوں۔ میرا

مطمع نظر یہ تھا کہ قرآن کا مطالعہ کروں اور ان تمام تفسیروں سے مدد لے کر جو تنقیدی مطالعہ کے لیے لازمی ہیں، پہلے ایک ایک جملہ کا تجزیہ کر کے دیکھوں۔ میری خصوصی توجہ ان مختلف قدرتی حوادث کے ذکر پر مرکوز تھی جو قرآن میں دیئے گیے ہیں۔ چنانچہ الکتاب میں ان کی جو بعض تفصیلات دی گئی ہیں ان کی بے انتہا صحیح نوعیت نے جو ابتدائی متن میں ہی واضح ہو سکتی تھی۔ اس اعتبار سے مجھے متحیر کر دیا کہ وہ موجودہ زمانہ کے خیالات سے پوری طرح مطابقت رکھتی ہے۔ اگرچہ کوئی ایس شخص جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بقید حیات تھا اس بات کا قطعاً شعبہ نہیں کر سکتا تھا۔ بعد میں میں نے کئی مسلمان مصنفین کی ایسی کتابوں کو پڑھا جو قرآنی متن کے سائنسی پہلوؤں پر لکھی گئی تھیں۔ وہ کتابیں ان امور کی تقسیم میں میرے لیے بے انتہا مفید ثابت ہوئیں لیکن ابھی تک مجھے اس موضوع کے کسی ایسے عمومی مطالعہ کا سراغ نہیں ملا ہے جو مغرب میں کیا گیا ہو۔

جو بات اس نوعیت کے متن میں پہلے پہل سامنے آتی اور قاری کو چونکا دیتی ہے وہ ان موضوعات زیر بحث کی کثرت ہے: یہ موضوعات ہیں تخلیق، فلکیات، زمین سے متعلق بعض مادوں کی تشریح، عالم حیوانات و نباتات، انسان کی تولید۔ جبکہ بائیبل میں فاحش غلطیاں دیکھنے میں آتی ہیں، قرآن میں میں ایک غلطی کا بھی پتہ نہیں چلا سکا ہوں۔ میں نے اس موقع پر توقف کر کے خود سے استفسار کیا، اگر کوئی بشر قرآن ا مصنف ہوتا تو وہ ساتویں صدی عیسوی میں ایسے حقائق کس طرح بیان کر دیتا جو آج جدید سائنسی معلومات سے پوری طرح مطابقت کرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں؟ اس بارے میں قطعاً کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ قرآن کا جو متن آج ہمارے پاس ہے وہ اگر مجھے ان الفاظ میں گفتگو کرنے کی اجازت دی جائے تو قطعی طور پر اسی زمانہ کا متن ہے (اس کتاب کے موجودہ جزء کے دوسرے باب میں میں اس مسئلہ پر بحث کروں گا) اس مشاہدے کے لیے انسان کے پاس کیا توجیہہ و تاویل ہو سکتی ہے۔ میری رائے میں اس کے لیے کوئی تاویل ممکن نہیں۔ کوئی خاص دلیل اس سلسلہ میں نہیں ہو

Scanned by CamScanner

سکتی کہ جس زمانہ میں شاہ داگوبرت (۹۲۶۔۹۳۶) فرانس میں حکومت کر رہا تھا اس وقت جزیرۃ العرب کا ایک باشندہ بعض موضوعات پر ایسی سائنسی معلومات رکھتا ہو جو ہمارے زمانہ سے بھی دس صدی بعد کے دور سے تعلق رکھتی ہو۔

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ قرآن کے نزول کے وقت یعنی ایک ایسے دور میں جو ہجرت (۶۲۲ء) کے ادھر اُدھر اندازاً بیس سال کی مدت پر محیط ہے، سائنسی معلومات میں صدیوں سے کوئی اضافہ نہیں ہوا تھا اور اسلامی تمدن کی سرگرمیوں کا دور اپنی سائنسی ترقی کے ساتھ نزول قرآن کے اختتام کے بعد آیا۔ اس نوح کے دینی اور دنیوی واقعات سے ناواقفیت ہی مندرجہ ذیل قسم کی اوٹ پٹانگ رائے کی جانب لے جاتی ہے جو میں نے متعدد بار لوگوں کو پیش کرتے ہوئے سنی ہے: اگر سائنسی نوعیت کے حیران کن بیانات قرآن میں موجود ہیں تو اس کی تاویل اس طرح کی جاسکتی ہے کہ عرب سائنسدان اپنے زمانہ سے بہت آگے تھے اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے کام سے متاثر ہوئے تھے۔ کوئی شخص جو تاریخ اسلام کے بارے میں کچھ بھی معلومات رکھتا ہے اس بات سے واقف ہے کہ قرون وسطیٰ کا وہ دور جس میں عربوں کی تمدنی اور سائنسی ترقیات کا ظہور ہوا، حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد میں آیا اور اس لیے وہ اس قسم کی خیال آرائیوں میں مبتلا نہیں ہوسکتا۔ اس قسم کی رائے خصوصیت سے خارج از بحث ہیں کیونکہ بیشتر سائنسی حقائق جن کی قرآن میں نشان دہی کی گئی ہے یا جو صاف طور پر بیان ہوئے ہیں ان کو موجودہ دور میں ہی تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کے بعد بجائے اس کے کہ انسان میں عجز کی صفت پیدا ہو اس میں گھمنڈ پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ خدا کے تصور کا استہزاء کرنے لگتا ہے اور اسی طرح سے وہ کسی بھی ایسی چیز کو جو اس کو عیش ونشاط سے علیحدہ کر دے کچلتا ہوا آگے بڑھنے لگتا ہے۔ یہ اس مادہ پرست سماج کا وہ مثالی پیکر ہے جو اس وقت مغرب میں نشوونما پا رہا ہے۔

وہ کون سی روحانی قوتیں ہیں جو خیال کی اس آلودگی کے خلاف استعمال کی جا سکتی ہیں جو بہت سے معاصر سائنسدان پھیلا رہے ہیں۔؟

یہودیت اور عیسائیت اپنی اس نااہلی کو نہیں چھپاتیں کہ مادیت کی لہر اور انکارِ

خدا کے اس حملہ سے جو مغرب سے ہو رہا ہے مقابلہ کرنے کا ان میں بوتا نہیں ہے۔ وہ دونوں مکمل طور پر غیر محفوظ ہیں۔ اور ایک کے بعد دوسرے دہ سالہ میں یہ بات یقیناً محسوس کی جاسکتی ہے کہ اس لہر کے مقابلہ میں ان کی مدافعت کس قدر شدت سے کم ہو رہی ہے جو خطرہ بنی ہوئی ہے کہ ہر چیز کو بہالے جائے۔ مادیت پرست منکرِ خدا کو کلاسیکی عیاسئیت میں اس کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا کہ وہ ایک ایسا نظام ہے جس کو گزشتہ دو ہزار سالوں میں انسانوں نے اس یقین دہانی کے ساتھ وضع کیا ہے کہ ایک اقلیت کو اس کے ساتھی انسانوں پر اقتدار حاصل ہو جائے۔ وہ یہودو عیسائی تحریروں میں کوئی ایسی عبارت نہیں پاتا جو خفیف طور پر بھی اس کی اپنی عبارت سے ملتی جلتی ہو۔ ان تحریروں میں جاید سائنسی معلومات کے مقابلہ میں اتنے ناممکنات، تضادات ہیں کہ وہ ان متون پر غور کرنے سے ہی انکار کر بیٹھتا ہے جن کے بارے میں مذہبی پیشواؤں کی اکثریت چاہتی ہے کہ پورے کے پورے تسلیم کر لیے جائیں۔

جہاں تک اسلام کا معاملہ ہے، سائنس کی جانب اس کا رویہ عام طور پر قطعاً مختلف تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اس مشہور حدیث سے زیادہ واضح کیا ہوگا "اطلبوا العلم ولو کان بالصین" (علم حاصل کرو خواہ وہ چین میں ملے) یا ایک دوسری حدیث ہے جس میں کہا گیا ہے "طلب العلم فریضۃ" "علی کل مسلم ومسلمۃ" (علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے) چونکہ ہم اس مسئلہ پر بعد میں گفتگو کریں گے، اس وقت ایک دوسرے نازک واقعہ کو لیتے ہیں۔ وہ یہ کہ قرآن جہاں ہمیں سائنس کا ترقی دینے کی دعوت دیتا ہے وہاں خود اس میں قدرتی حوادث سے متعلق بہت سے مشاہدات و شواہد ملتے ہیں اور اس میں ایسی تشریحی تفصیلات موجود ہیں جو جدید سائنسی مواد سے کلی طور پر مطابقت رکھتی ہیں۔ یہودی۔ عیسائی تنزیل میں اس جیسی کوئی بات نہیں۔

اس کے باوجود یہ خیال کرنا غلط ہوگا کہ تاریخ اسلم میں کچھ عقید تمندوں نے کبھی بھی سائنس کا جانب سے ایک مختلف رویہ کو اپنے دل میں جگہ نہیں دی ہے۔ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ بعض ادوار میں اپنے آپ کو اور دوسرے لوگوں کو تعلیم دینے کی

Scanned by CamScanner

ذمہ داری کو نظر انداز کیا گیا۔ یہ مساوی طور پر صحیح ہے کہ عالم اسلام میں دوسری جگہوں کی طرح بعض اوقات سائنسی ترقی کو روکنے کی کوشش کی گئی۔ پھر بھی یہ بات ذہن میں رہنی چاہیئے کہ اسلام کی انتہائی ترقی کے زمانہ میں جو آٹھویں اور بارہویں صدی عیسوی کے درمیان کا زمانہ ہے، یعنی وہ زمانہ جب سائنسی ترقی پر عیسائی دنیا میں پابندیاں عائد تھیں اسلامی جامعات میں مطالعہ اور تحقیقات کا کام بڑے پیمانہ پر جاری تھا۔ یہی وہ جامعات ہیں جہاں اس دور کے قابل ذکر ثقافتی سرمائے ہیں۔ قرطبہ کے مقام پر خلیفہ (الحکم ثانی) کے کتب خانہ میں چار لاکھ کتابیں تھیں۔ ابن رشد وہاں درس دیتا تھا اور یونان ہندوستانی اور ایرانی علوم سکھائے جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام یورپ سے کھینچ کر قرطبہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے جایا کرتے تھے بالکل اسی طرح جیسے آج کل لوگ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لیے ریاستہائے متحدہ جاتے ہیں۔ مہذب عربوں کا یہ ہمارے اوپر بڑا احسان ہے کہ ان کی بدولت قدیم مخطوطات کا ایک بڑا ذخیرہ ہمیں دستیاب ہو گیا ہے۔ ان ہی عربوں نے مفتوحہ ممالک کے کلچر کو منتقل کرنے کا کام کیا۔ ہم ریاضی (الجبرا عربوں کی ایجاد ہے)۔ فلکیات، طبعیات، ارضیات، نباتات۔ طب (ابن سینا) وغیرہ کے لیے بھی بڑی حد تک عربی تمدن کے ممنون احسان مند ہیں۔ سائنس نے پہلے پہل قرون وسطیٰ کی اسلامی جامعات میں بین الاقوامی صورت اختیار کی۔ اس زمانہ میں لوگ مذہبی رنگ میں آج کل سے کہیں زیادہ رنگے ہوئے تھے، لیکن اسلامی دنیا میں یہ چیز ان کو اس بات سے نہیں روکتی تھی کہ وہ مذہب اور سائنسداں دونوں ایک ساتھ ہوں۔ سائنس مذہب کے ساتھ جڑی ہوئی تھی اور اس کی یہ حیثیت کبھی ختم نہیں ہو سکتی تھی۔

عہد وسطیٰ، عیسائی دنیا کیلئے جمود اور مطلق تعمیل وتقلید کا زمانہ تھا۔ اس بات پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ یہودوی، عیسائیت کی الہامی کتابوں نے بذات خود سائنسی تحقیق کی رفتار کو سست نہیں کیا بلکہ یہ سستی ان لوگوں بدولت ہوئی جو خود کو اس عقیدہ کا خدام قرار دیتے تھے۔ نشاۃ ثانیہ کے بعد سائنسدانوں کا قدرتی ردِ عمل یہ

رہا کہ انھوں نے اپنے سابقہ دشمنوں سے پورا بدلہ لیا۔ اس بدلہ کا سلسلہ آج بھی جاری اور یقیناً اس حد تک ہے کہ مغرب میں جو شخص سائنسی حلقوں میں رہتے ہوئے خدا کا نام لیتا ہے اس کو برادری سے خراج سمجھا جاتا ہے۔[1] اسی طرز عمل سے مسلمانوں سمیت ان تمام نوجوانوں کی ذہنیت متاثر ہوتی ہے جو سکولوں اور کالجوں میں تعلیم پاتے ہیں۔

اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ جب بے حد شہرت یافتہ سائنسداں اس طرح کا انتہا پسندانہ رویہ اختیار کرتے ہیں تو ان نوجوانوں کی جو ذہنیت اس وقت ہے اس سے مختلف ہو بھی نہیں سکتی تھی۔ طب کے نوبل پرائز حاصل کرنے والے ایک سائنسدان نے گذشتہ چند سالوں میں ایک کتاب میں جو عام اشاعت کے لیے تھی یہ لکھ کر لوگوں کو ورغلایا کہ جاندار مادہ میں ایک صلاحیت ہے کہ وہ کئی بنیادی عناصر کی مدد سے اتفاقیہ طور پر بھی تولید کا عمل کر سکتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس ابتدائی جاندار مادہ سے شروع کر کے اور مختلف بیرونی عوامل کے زیر اثر باقاعدہ ذی حیات اشیاء کی تشکیل ہوئی جس کے نتیجہ میں وہ مرعوب کن پیچیدہ وجود ظہور پذیر ہوا جو انسان کہلاتا ہے۔

یقیناً ہمعصری سائنسی معلومات کے یہ عجوبے جو حیات کے میدان میں رونما ہوئے ہیں ایک غور وفکر کرنے والا انسان کو مخلف نتیجہ اخذ کرنے کی جانب بھی لے جا سکتے ہیں۔ جوں جوں انسان غور کرتا ہے وہ نظام جو تولید وبقائے حیات کے سلسلہ میں کارفرما ہے پیچ در پیچ دکھائی دینے لگتا ہے اور جیسے جیسے تفصیلات کا علم ہوتا جاتا ہے ویسے ویسے اس کی حیرت بڑھتی جاتی ہے۔ اس نظام کے متعلق معلومات سے اس تصور کا امکان یقیناً کم سے کم ہوتا چلا جاتا ہے کہ زندگی کے حادثہ میں بخت واتفاق کو بہت کم دخل ہوتا ہے۔ انسان علم کی شاہراہ پر جیسے جیسے آگے قدم بڑھاتا ہے خصوصاً انتہائی چھوٹی اشیاء کے بارے میں اس کی معلومات میں جو اضافہ ہوتا ہے اس سے ایک خالق کے وجود کی تائید میں دلائل زیادہ قوت اختیار کرتے جاتے ہیں۔

ممکن ہے بعض ان مسلمان مصنفین کے نزدیک جنھوں نے مجھ سے پہلے

Scanned by CamScanner

قرآن کی ایسی آیات کی جانب توجہ مبذول کرائی جن میں سائنسی معلومات موجود ہیں۔ میری منتخب کی ہوئی آیات کی تعداد نہایت قلیل ہو۔ لیکن عام طور پر مجھے یقین ہے کہ میں نے ان کے مقابلہ میں خفیف سی کمی کی ہے۔ اس کے برخلاف میں نے کئی ایسی آیات کو الگ کر دیا ہے جو میری رائے میں ابھی تک وہ اہمیت حاصل نہیں کر سکی ہیں جن کی سائنسی نقطۂ نظر سے وہ مستحق ہیں۔ جہاں کہیں میں غلطی سے ان آیات کو اس مطالعہ کے سلسلہ میں غور کرنے سے چوک گیا ہوں جن کو ان مصنفین نے منتخب کیا تھا تو امید ہے کہ وہ مجھے معاف کریں گے۔ میں نے بعض مواقع پر یہ بھی دیکھا ہے کہ کچھ کتابوں میں ایسی سائنسی تشریحات دی گئی ہیں جو مجھے صحیح نہیں معلوم ہوئیں۔ میں نے کھلے دل اور صاف ضمیر کے ساتھ ایسی آیتوں کی اپنے نقطہ نظر سے تشریح کر دی ہے۔

اسی طرح میں نے کوشش کی ہے کہ قرآن میں ان حوادث کا ذکر بھی تلاش کروں جن تک انسانی فہم وادراک کی رسائی ہے لیکن جن کو جدید سائنس نے تسلیم نہیں کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس سلسلہ میں مجھے قرآن میں کائنات کے ایسے سیارگان کا ذکر ملا ہے جو کرۂ ارض کے مشابہ ہیں۔ یہاں یہ اضافہ کر دینا ضروری ہے کہ بہت سے سائنسدان اس کو مکمل طور پر قابل عمل سمجھتے ہیں حالانکہ جدید معلومات سے اس کے یقینی امر ہونے کا کوئی اشارہ نہیں ملتا تاہم تمام متعلقہ حقوق کا جو ممکن ہو سکتے ہیں تحفظ کرتے ہوئے میں نے اس کے ذکر کرنے کی ذمہ داری خود اٹھالی۔

اگر یہ مطالعہ تیس سال قبل کیا گیا ہوتا تو اس کے ساتھ ایک اور ایسے واقعہ کا ذکر اضافہ کرنا ضروری ہوتا جس کی پیشینگوئی قرآن میں کی گئی تھی اور جس کو فلکیات کے سلسلہ میں بیان کیا جاتا۔ یہ واقعہ ہے خلاء کی تسخیر کا۔ اس وقت دھکیلنے والے میزائلوں کے ابتدائی تجربات کی بنا پر لوگ ایک ایسے دن کے منتظر تھے جب انسان غالباً اپنے ارضی مسکن کو چھوڑ کر خلا پیمائی کے لیے مادی وسائل مہیا کر لے گا۔ اس وقت یہ بات معلوم تھی کہ قرآن میں ایک ایسی آیت موجود ہے جس میں یہ پیشینگوئی کی گئی ہے کہ اس اس طرح ایک دن انسان اس تسخیر کو مکمل کر لے گا۔ چنانچہ اس بیان کی تصدیق ہو چکی ہے۔

مقدس صحیفوں اور سائنس کے مابین اس وقت جو مقابلہ ہے وہ بائیبل اور قرآن دونوں کے لیے ان قیاس آرئیوں کام میں لا رہا ہے جن کا تعلق سائنسی حقائق سے ہے۔ اس مقابلہ کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لیے ضروری ہے کہ سائنسی دلائل جن پر بھروسہ کیا جائے پوری طرح تسلیم شدہ ہوں اور ان میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے۔ جو لوگ اس تصور کی راہ میں روڑے انکاتے ہیں کہ سائنس صحف سماوی کو جانچنے کے سلسلہ میں جو مداخلت کرتی ہے اس کو مان لیا جائے وہ دراصل اس بات سے انکاری ہیں کہ سائنس کے لیے مقابلہ کی کوئی باضابطہ حد مقرر کرنا ممکن ہے (اب یہ صحیفہ خواہ بائیبل ہو جو اس مقابلہ میں زک اٹھانے سے نہیں بچتی ......اور اس کا سبب ہم پہلے ہی جان چکے ہیں...... خواہ وہ قرآن ہو جس کو سائنس سے خوف کھانے کی کوئی وجہ نہیں ہے، ان کا کہنا ہے کہ سائنس میں زمانہ کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ چنانچہ ایک واقعہ آج تسلیم کر لیا جاتا ہے اور بعد میں مسترد ہو جاتا ہے۔

اس آخری رائے زنی کے لیے مندرجہ ذیل وضاحت پیش کی جاتی ہے۔ ایک سائنسی نظریہ اور باقاعدہ طور پر مشاہدہ شدہ واقعہ کے درمیان امتیاز کرنا ضروری ہے۔ نظریہ کا مقصد کسی ایسے حادثہ یا حوادث کے ایسے سلسلے کی تشریح ہونا ہے جو فوری طور پر قابل فہم نہیں ہوتا۔ بہت سی مثالیں ایسی ہیں جن میں نظریہ میں ردو بدل ہو جاتا ہے۔ اس کی یا تو شکل ہی تبدیل ہو جاتی ہے یا اگر سائنسی ترقی کی وجہ یہ بات آسان ہو کہ واقعات کے تجزیہ سے ایک زیادہ قابل قبول تشریح سامنے آ جائے تو ایک دوسرا نظریہ اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ اس کے برخلاف مشاہدہ میں آیا ہوا ایک واقعہ جس کی تجرباتی طور پر جانچ بھی کر لی گئی ہو تغیر پذیر نہیں ہوتا۔

چنانچہ یہ بات پوری طرح تسلیم کر لی گئی ہے کہ زمین سورج کے گرد اور چاند زمین کے گرد گھومتا ہے۔ اور یہ موضوع اب ایسا ہو گیا ہے کہ اس پر نظر ثانی نہیں ہوگی۔ آئندہ صرف اتنا ہوگا کہ ان مداروں کا زیادہ وضاحت سے تعین کر لیا جائے"۔

Scanned by CamScanner

مفروضات انکا پس منظر

آپ مفروضوں کی بنیاد پر کبھی نہ ختم ہونے والا کوئی سلسلہ شروع کر دیں اور تمام چیزوں کو مفروضوں ہی کی دنیا میں پیدا کر کے مفروضوں ہی کی دنیا میں دفن کر دیں تو یہ ایک بے سود کوشش ہے اور وقت کے ضیاں کے سوا کچھ نہیں۔

مفروضے کی حقیقت انسانی اذہان میں صاف خیالات کا ابھرنا انسانی ذھنوں کی صحیح کارکردگی کو جانچنے اور اسکی قطعی طور پر اور مکمل طور پر ادائیگی کیلئے ایک کلیدی حیثیت رکھتے ہیں اگر کسی ذہن میں کوئی خیال جنم ہی نہیں لیتا تو ہم اس سے مراد ایک ناکارہ ذہن یا دماغ تصور کریں گے۔ اسی مشاہدے کے تحت ہم سو فیصد یقین سے کہتے ہیں کہ انسان کی معاشرتی زندگی اور ترقی کا دارومدار ہی دراصل انسانی خیالات کا مرہون منت ہے۔ اور یہی ایک صفت انسان کو جانوروں سے ممیّز کرتی ہے اور یہی خیالات ہی ایک واحد آلہ ہے انسان کے ہاتھ میں یعنی وہ جو کسی چیز یا شے کے بارے کوئی مفروضہ قائم کرتے ہیں تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کا ذہن مطلوبہ درجہ کا کارآمد ذھن ہے لہٰذا ہم اس قسم کے اذھان سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ کسی تجربے کے نتائج قبول کرنے میں پس و پیش نہیں کریں گے۔

وہ مسئلہ یا معاملہ جسکی اصل حقیقت معلوم نہ ہو اور مسئلے یا معاملے کا کوئی سرا ہاتھ نہ آتا ہو تو اس گتھی کو سلجھانے کیلئے، علما کرام دانشور۔ سائنسدان جستجو کو تحقیق کی غرض سے آگے بڑھانے کیلئے اکثر یا کبھی کبھار مفروضہ قائم کرتے ہیں اور اسی طرح کے مفروضے ایک عام انسان بھی اپنی روزمرہ زندگی میں معاملات کو سلجھانے اور دوسروں کو سمجھانے کیلئے مفروضوں کا سہارا لیتا ہے اور پھر اس معاملے کی تہہ تک مفروضے کے سہارے پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ کبھی کامیاب اور کبھی ناکام۔ لیکن وہ اس مفروضے کو ہمیشہ کیلئے قانون یا اصول کی حیثیت سے کبھی نہیں اپناتا بالکل اگلی بار ایک نیا مفروضہ اسکے سامنے ہوتا ہے زیادہ تر مفروضے مثال ہی کی ایک شکل ہیں جو

سامنے رکھ کر مطلب حل کیا جاتا ہے۔ لیکن بعض انسانی عقل و شعور کی حدود ایسی ہیں یا انسان کی رسائی وہاں تک ہے کہ کسی بھی شے کو فرض نہیں کیا جا سکتا، یا مذہبی پابندی ہے یا اخلاقی قدغن، قدرتی یا فطرتی کہ انسان ہر معاملہ میں فرض کرنا تو کجا سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ مفروضہ قائم کرے چاہیے وہ مسئلہ حل طلب ہے یا نہیں، اور بعض معاملات میں انسان کو مفروضے کی حد تک جانے کی اجازت ہی نہیں اور اس قسم کے لاتعداد معاشرتی قانونی اور دینی معاملات ہیں کہ مفروضے کی قطعی طور پر گنجائش نہیں، سوائے یہ کہ بحث برائے بحث۔

اس عالمی حقیقت کے باوجود کہ عملی سائنس کی بنیاد مفروضات پر ہی قائم کی گئی ہے اور مفروضوں نے آج ہمیں ترقی کی اس نہج پر پہنچایا ہے لیکن ان معاملات میں جن میں فطرت کے قانون کلیاتی اور فطری تقاضوں کے ساتھ موجود ہیں اور جہاں بھی کوئی مفروضہ غیر فطری حدود میں داخل ہوتا ہے وہیں سے جہالت کی حدود کا آغاز ہوتا ہے۔

مفروضات کی ایک اپنی دلچسپ تاریخ ہے۔ ان میں ایسے مفروضے بھی قائم ہوئے جو تمام انسانیت کیلئے عذاب بن گئے ان مفروضوں کی بدولت کئی انسانی معاشرے تباہی و گمراہی کے ایسے گڑھوں میں گر گئے جنکی کی گہرائیاں صدیوں پر محیط ہیں اور کئی ہزار نسلیں ختم ہو گیں نئی نسلوں نے جنم لیے لیکن وہ مفروضے انکے ساتھ چپکے رہے انسانیت گمراہ ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ ان خود ساختہ اور فریب دہ مفروضوں سے انسانیت کو نکالنے کیلئے اللہ تعالیٰ کو پیغمبروں کو اتارنے کا سلسلہ شروع کیا پیغمبر ظلم و ستم اٹھاتے رہے شہید ہوتے رہے لیکن مفروضوں کی جڑیں انسانی ذہن میں کافی حد تک دور جا چکی ہیں اور آخر حضور اکرم کو بے بنیاد مفروضوں کے تابوت میں آخری کیل پیوست کرنی پڑی لیکن اس کے باوجود مفروضے اپنی تب و تاب جاودانی لیے آج بھی اپنی جلوہ گری دکھا رہے ہیں۔ آیئے ان مفروضوں پر تھوڑی سی نظر ڈالتے ہیں اور ان کا حقیقت سے موازنہ کرتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

سب سے پہلا مفروضہ شیطان (ابلیس) نے قائم کیا کہ اے پروردگار میں اس آدمؑ سے افضل ہوں کیوں کہ یہ خاکی ہے اور میں ناری اور اللہ تعالیٰ نے فوراً ہی لعنت کا طوق اسکے گلے میں ڈال دیا اور فرمایا کہ تم نے خود بخود اس چیز کو فرض کرلیا کہ تم افضل ہو جبکہ ہر فیصلہ کرنے کا اختیار مجھے ہے لہٰذا وہ راندہ درگاہ ہو گیا۔

فرشتوں کا فرض کرنا کہ انسان دنیا میں صرف قتل و غارت اور فساد برپا کرے گا اور انکے جواب میں حق باری تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

مفروضوں کی تعداد مقرر نہیں کی جا سکتی لیکن چند مضحکہ خیز مفروضوں کا تذکرہ ضرور کیا جا سکتا ہے۔

فرض کرلیا گیا کہ موجودہ انسان دراصل بندر کی تبدیل شدہ شکل اور ارتقائی عمل کا نتیجہ ہے۔ کہ زندگی ایک اتفاقی مادہ سے معرض وجود میں آئی۔

فرض کرلیا گیا کہ انسان مرنے کے بعد زندہ نیں ہوگا اور اسکا حساب کتاب نہیں ہوگا۔

فرض کرلیا گیا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔

فرض کرلیا گیا کہ سورج کائنات کا مرکز ہے۔

فرض کرلیا گیا کہ زمین سورج کے گرد گھوم رہی ہے۔

ان مندرجہ بالا مفروضوں میں کچھ ایسے مفروضے بھی ہیں جو کہ اب کامل یقین بن چکے ہیں جبکہ قرآن الحکیم فرداً فرداً ان تمام کا اطمینان بخش طریقے سے جواب دیتا ہے۔

لہٰذا مفروضات کی ضمن میں اخلاقی قدغن زیادہ مضبوط حیثیت رکھتی ہے کہ آپ مفروضے کو کس حد تک لے کر جائیں۔ لیکن سچ تو پھر یہی ہے کہ مفروضہ قائم کرنے سے پہلے اگر دنیا کے کسی کونے میں سچائی موجود ہے جو اس مفروضے کا رد ہے تو آپ اسکی پیروی کریں اور اگر اتفاقاً آپ مفروضہ پہلے قائم کر چکے ہیں اور بعد میں اسے کے رد میں کوئی سچائی آپ تک آئی ہے تو پھر آپ اس مفروضے سے توبہ کریں

اصولی طور پر تو یہی بات سمجھ میں آتی ہے جسے دنیا تسلیم کرتی ہے اور کرنا بھی چاہئیے اور جہاں صورت حال اسکے برعکس ہے تو پھر وہاں بار بار یہی تکرار سنائی دیتی ہے اس سچائی کے باوجود کہ قرآن واضح الفاظ میں ایک حقیقت بیان کر رہا ہے لیکن قرآن کے برعکس کہا جا رہا ہے کہ جناب اس ضمن میں جو مفروضہ فلاں شخص نے قائم کیا ہے وہ درست ہے اب سائنس چونکہ مذہب کو نہیں مانتی اور الہامی کتابیں غلط ہو نہیں سکتیں، لہٰذا یہ نظریہ کامل طور پر ملحدانہ فلاسفی کی پیداوار ہے یعنی مذہب اور خدا کا تصور قبل از مسیح یونانیوں کے پاس تو تھا ہی نیں۔

اگر مفروضہ ہی کی بنیاد پر حقائق کو اس طرف موڑ دیا جائے تو حقائق کبھی بھی مفروضے سے ہم آہنگ نیں ہوں گے آپکو حق ہے کہ کسی روحانی اخلاقی یا مادی لحاظ سے آپ کوئی مفروضہ گھڑ لیں کیونکہ تخیل پر اور سوچ پر کوئی پابندی نہیں، لیکن یہ خیال اور احتیاط بھی پیش نظر رہے کہ ہم وہ بات جسے ہم اس وقت مفروضہ کا جامہ پہنا رہے ہیں سو بزغلط بھی ہو سکتا ہے اور مفروضہ کا سائنسی و تجرباتی مراحل سے گزرنے کا مرحلہ ابھی باقی ہے آخری فیصلہ ان مراحل سے گزر کر ہی صادر کرنا ہوگا۔ بعض حالات میں عملی طور پر تجربہ ناممکن ہوتا ہے مثلاً قرآن الحکیم میں سورج کو روشن ستارہ کہا گیا ہے اور سائنس نے سورج کی کرنوں کے ایک تعلق سے سورج میں ہونیوالے ہیلیم و ہائیڈروجن اور دوسری گیسوں کے ردعمل سے ایک نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ایک مسلسل توڑ پھوڑ کا عمل سورج کے مرکز میں جاری ہے جسکا نتیجہ روشنی اور گرمی ہے اب یہ سائنس کا اپنا فیصلہ ہے اور عوام الناس نے اس لیے یقین کرلیا کہ ہم میں سے بمعہ ان سائنسدانوں کے کوئی بھی سورج کو اندر جھانک کر نہیں دیکھ سکتا لہٰذا قیاس کی بنیاد پر اور پھر سائنسی تجربات کی روشنی میں ہم یہ تسلیم کریں۔ لیکن اس کے باوجود کچھ لوگ یا کوئی طبقہ اس سے انکار بھی کر سکتا ہے۔ اور ان تمام حقائق کے الٹ یہ اگر مفروضہ قائم کردیا جائے کہ۔

نیا مفروضہ= دراصل سورج کا سارا خطہ برف سے ڈھکا ہوا ہے اور کسی دوسرے سورج کی شعاعیں جو اس سورج سے لاکھوں میل دور ہے اس پر پڑتی ہے اور

Scanned by CamScanner

ان شعاعوں کے برف پر پڑنے کی وجہ سے روشنی منعکس ہوکر زمین تک آتی ہے اور ایک دوسرے سورج کی شعاعیں جب برف پھگلاتی ہیں تو برف پر اس عمل سے طوفان پیدا ہوتے ہیں۔جسکی وجہ سے برف سے اٹھنے والی بھاپ تیزی سے زمین کی طرف سفر کرتی ہے اور وہ لہریں جب کرۂ ہوائی میں داخل ہوتی ہے تو رگڑ کی وجہ سے جل اٹھتی ہیں اور مزید روشن ہوتی چلی جاتی ہیں جس سے ہمیں روشنی اور گرمی ملتی ہے اور یہ عمل مسلسل جاری وساری رہتا ہے۔

اب مندرجہ بالا سطور میں ایک بالترتیب منظر کشی کی گئی ہے اور سورج کے اصل حقائق سے ناواقف لوگ حقائق سے پہلے اس قسم کے مفروضے پر یقین کرنے میں ذرا دیر نہ لگاتے۔ کیونکہ اس صورت میں مفروضہ قائم کرنے والے اور مفروضے پر یقین رکھنے والے دونوں بے بس ہیں کہ دونوں سورج تک رسائی نہیں رکھتے اور اس صورت میں اس قسم کے حالات میں جب اصل شے تک رسائی نہ ممکن ہو تو کوئی بھی مفروضہ تھوپ دیا جاسکتا ہے=

اب برفیلے سورج کا مفروضہ سوائے ڈھکوسلے کے اور کچھ نہیں لیکن اگر ایک معتبر اور دانشور طبقہ اسے سچ مانتے پر تل جائے تو پھر وہ طبقہ کہاں یہ سوچنے کی کوشش کرے گا جسے صرف روشنی اور گرمی کی ضرورت ہو۔ وہ چاہیے انہیں برفیلے سورج سے میسر ہو یا گرم گیس والے سورج سے۔

لہٰذا مفروضہ بحرحال مفروضہ ہے اور اسکا ایک سرا جھوٹ، توہمات و بے بنیاد تخیل کے ساتھ جڑا ہے تو دوسرا انمٹ سچائی کے ساتھ، تجربہ دونوں سروں کی حقیقت واضح کردیتا ہے اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی سامنے آجاتا ہے۔

ایڈز کیا ہے

جیسے کہ چند مفروضاحت کا حوالہ دیا گیا ہے ان میں سب سے زیادہ مضحکہ خیز ڈراروِن کا مفروضہ ہے کہ بندر انسان کی انتہائی ابتدائی شکل ہے اور آج کا انسان ان

ارتقائی مراحل سے گزر کر موجودہ شکل تک آیا ہے۔ بحرحال کوئی بھی شخص کوئی بھی بات کہہ دے قدرت اسکے منہ کو تالا تو نہیں لگاتی ہاں بے تکی اور بے ڈھنگی بات کو من وعن تسلیم کرنے والوں پر افسوس ضرور کرتی ہے آج ہم اس بحث میں نہیں پڑتے کہ ڈارون نے یہ مفروضہ کہاں سے لیا کیوں لیا کیسے لیا۔ آج تو ہم یہ بحث کریں گے کہ اس نظریے کو من وعن ماننے والے گروپ نے باقی آئندہ معاشروں پر کیا اثر ڈالا اور آج ہم اسکے ثمرات دیکھ رہے ہیں۔

ڈارون کے اسی نظریے سے متاثر چند سائنسدانوں میں سے کسی ایک نے مزید تحقیق کیلئے کہ آیا ڈارون کا یہ نظریہ درست ہے یا نہیں یہ ثابت کرنے کیلئے ایک خلاف فطرت تجربہ کیا جس بن مانس نے اہم کردار ادا کیا اور اس تجربے سے مزید کیا کیا نتائج سامنے آئے۔ اس بارے میں ابھی تک کوئی نیا انکشاف عوام کے سامنے آیا۔ مگر ایک مہلک بیماری ضرور انسانوں میں منتقل ہوگئی جسے ایڈز کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اور آج انسانیت اسی کی وجہ سے سسک رہی ہے جس خوبصورتی سے ڈارون نظریہ کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا تھا آج یقیناً وہ لوگ سوچتے ہوں گے کہ صرف ایک بے بنیاد مضحکہ خیز اور ذلت آمیز مفروضہ قائم کرنے کی وجہ سے کتنی زندگیاں موت سے ہمکنار ہوئیں اور ایسی اذیت کا شکار ہیں کہ جس کا ابھی تک کوئی علاج دریافت نہیں ہوسکا۔ اور یہ سب اس نظریے کو قرآنی حقائق سے ہٹ کر قبول کرنے کی صورت میں ہوا۔ یعنی جن حضرات نے اس نظریہ کو قبول کیا انہوں نے پھر اسے عملی جامہ پہنانے لیے خلاف فطرت تجرباتی سائنس کا سہارا لیا اور نتیجے میں دنیا میں ایڈز پھیلا۔

لیکن ایک خاص گروپ مکتبہ فکر کے لوگ باقاعدہ ڈارون کے نظریہ پر یقین رکھتے ہیں اور اسکے نتائج سے بھی لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

موریس بوکائیلے نے خاص طور پر اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ قرآن حکیم کو نہ الہامی کتاب سمجھا جاتا ہے اور نہ حضور اکرمؐ کو نبی آخر الزماں، قرآن حکیم کو صرف ایک فلسفہ کی کتاب اور حضور اکرمؐ کو صرف ایک عظیم فلاسفر سمجھا جا رہا ہے۔

Scanned by CamScanner

مفروضات پر قرآنی سرزنش

اور جو انسان قرآن الحکیم کو الہامی کتاب نہیں مانتے وہ یہ مانتے ہیں کہ ایسی تحریر کم از کم انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ عجیب وغریب جھگڑا ہے نا ماننے والوں کے دل ودماغ کا، انسانی فطرت کا خاصہ رہا ہے کہ جب بھی کوئی بڑا کام کرتا ہے تو اسکی پہلی کوشش یہی ہوتی ہے کہ وہ ایسے بڑے کام کو اپنے نام سے منسوب کرے تاکہ لوگ اسکے کام کی کم از کم داد تو دیں۔ اور بعض ایسے بھی ہیں کہ کسی نہ کسی کا کام چرا کر بھی داد وصول کرنے کے چکر میں زندگی گنوا دیتے ہے اور ایک شخص جو علی اعلان کہہ رہا ہے کہ یہ ہے ایک سچی کتاب جس میں کوئی شک نہیں اور وہ اس سچی کتاب کو اپنے نام یا کسی عزیز، رشتے دار اور قرابت دار کے نام سے منسوب نہیں کر رہا بلکہ کہہ رہا ہے کہ یہ اس کتاب پروردگار کی طرف سے ہے جس کا کوئی شریک نہیں، اس کھلی حقیقت کے باوجود الکتاب سے انکار۔

کیا سائنس دانوں نے انسانی دل ودماغ میں کوئی ایسا مادہ دریافت کیا ہے یا یہاں بھی یہ کسی ایسے مادے کو فرض کرلیں کہ جو انسان کے دل ودماغ پر غالب آجاتا ہے کہ انسان حقیقت کو دیکھ کر اس سے انکار کرلیتا ہے یعنی ایسا مادہ جو اسکی موت سے پہلے اسکے پورے اعصاب، ہوش وحواس، رگ وپے، خون وگوشت پر قابو پا کے رکھتا ہو، میں کتاب کے حوالے سے میڈیکل کے شعبہ سے متعلق اس ان حضرات سے گزارش کروں گا کہ ایسے مادے کا پتہ چلائیں جو انسان کو ہر طرح سے اپنے قابو میں رکھ کر باقی دنیاوی کاموں میں جہاں جہاں اسکا اپنا فائدہ ہو، وہاں تو کام دے رہا ہو لیکن جہاں پر خدائے واحد کی بات آئے، سچی کتاب قرآن کی بات آئے رسول اکرمؐ کی بات آئے وہاں وہ مادہ اسکی بصیرت وسوچ اور شعور اور عقل کو مفلوج کردیتا ہو۔ اگر وہ انسانی خون میں اس مادے کا وجود تلاش نہ کرسکیں تو کم از کم اسکے بارے میں کوئی مفروضہ ہی قائم کردیں تاکہ میڈیکل سائنس میں اس قسم کے مادوں پر تحقیق کرکے اس

قسم کے انسانوں کا علاج کیا جاسکے جو اس مادے کی قید میں ہیں۔ اور وہ انسان خود بھی ایسے زہریلے مادے سے جان چھڑانے کیلئے تگ ودو کرے یا اگر اس مادے کا نام جسکی تحقیق اللہ تعالیٰ نے کردی ہے تو وہ صرف آگ ہے جسے شیطان کا نام دیا گیا ہے اور وہی ایک آگ ہو سکتی ہے جو دل ودماغ پر چھائی ہوئی ہے۔ خانہ کعبہ میں رکھے گئے 365 بت مفروضوں کی بنا پر ہی اکٹھے کئے گئے تھے۔ انسانی جانوں کو بتوں کی بھینٹ چڑھایا جانا اور ان سے فرمائش کرنا اور انکو کائنات اور زندگی کے معاملات میں شامل و داخل سمجھنا یہ سب کیا تھا وہ یہ تھا کہ پورا ماحول جہالت کی گہرائیوں میں گرا پڑا تھا اور ہر روز نئے نئے مفروضات جنم لے رہے تھے اور انسانی زندگی کیساتھ ساتھ حیوانات بھی اذیت میں تھے۔ اور ان کی زندگی بھی اجیرن ہو چکی تھی اور انہی لاتعداد مفروضات کی سرکوبی کرنے کیلئے ہی تو حضور اکرم ﷺ کی بعثت مبارک ہوئی اور حضور اکرم ﷺ نے آکر انسانوں کو ان بے بنیاد اور لاتعداد وہم وگمان سے پیدا شدہ مفروضوں سے نجات دلائی اور قرآن نے کفار مکہ کو بار بار تنقید وتلقین وملامت و سرزنش اس لیے کی یہ کفار اپنے آپ سے باتیں گھڑ لیتے ہیں جسکی انکے پاس کوئی دلیل نہیں۔ تو اے محمد ﷺ آپ کا کام تو ان کو خبردار کرنا ڈرانا اور ان تک صحیح اور سچی بات کا پہنچا دینا ہے۔

مفروضہ گردش زمین کی تاریخ اور محرکات

حضرت عیسیٰؑ سے قریباً 300 سال پہلے یونان میں ایک شخص تھا اریستارکس سیمس اور یہ حساب فلسفہ اور باقی رائج الوقت علوم کا ماہر تھا جن میں فلکیات موسیقی ادب آرٹ وغیرہ سب شامل تھے لیکن اریستارکس کا دور یونان کا وہ دور ہے کہ دیو مالائی ماحول کا قبضہ ہے۔ ہر ہر ضرورت کا ایک دیوتا اور دیوی ہے۔ جن میں مادی ضرورتوں کے ساتھ ساتھ روحانی ضرورتوں کے بھی دیوی دیوتا موجود ہیں جن میں کچھ تخیلاتی ہیں اور کچھ کو پتھروں میں ڈھالا جاچکا ہے تو کچھ وہ ٹھوس اجسام جو مظہر

Scanned by CamScanner

فطرت ہیں وہ دیوی دیوتا کا درجہ اختیار کر چکے ہیں۔ پہاڑوں، درختوں، جانوروں اور اجرام فلکی کو بھی وہی حیثیت حاصل ہے یعنی مکمل اندھیرا ہے۔ پورا یونان کسی بھی الہامی مذہب سے نا آشنا ہے صرف اور صرف توہم پرستی کا راج ہے کہ ہر شے کو اسی نگاہ سے اور زاویے سے دیکھا جا رہا ہے لوگ اپنی مرضی سے دیوتا دیویاں تبدیل کرنے کے بھی حقوق رکھتے ہیں جو درخت سوکھ گیا اسکی پوجا پاٹ بند اگلا صحت مند درخت ڈھونڈ لیا۔ اور ان سب میں کچھ فوقیت اگر حاصل ہے تو سورج دیوتا کو جسے آگ کا باپ یا آگ دیوتا سمجھا جاتا تھا تمام دیوتاؤں کا سردار، سورج دیوتا جسکے آگے سب حقیر سمجھے جاتے تھے۔ چاند ستارے زمین خیال یہ کیا جاتا تھا کہ سورج کا طواف کر رہے ہیں۔

یہ آتش پرستی کا دور تھا اور آتش پرست سورج کو روحانی طور پر قدر منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اسکی پرستش اور پوجا میں اپنی نجات سمجھتے تھے۔

یہ حال تھا اس وقت یونانی تہذیب کا کہ لوگ سورج کو کائنات کا مرکز سمجھ کر اس کی پرستش کرتے تھے اور انہوں نے ہی اس مفروضے کو جنم دیا کہ زمین سورج کے گرد گھوم رہی ہے اسی فلسفے کا مطالعہ کوپرنیکس نے بڑی دل جمعی کے ساتھ اٹلی میں کیا۔

یہ وہ دور ہے کہ یونان میں خود ساختہ فلسفے کو مذہب ہی کی حیثیت حاصل ہے اور یہ دور یعنی تین سو سال قبل از مسیح میں مکمل طور پر لاتعداد فلسفوں، خود ساختہ واختراع کردہ بے بنیاد عقائد اور لاینحل اقسام کے بے شمار رسومات اور تہمات سے بھرپور معاشرہ دکھائی دیتا ہے اور اور حقیقت یہ کہ سورج ہمیں روشنی دیتا ہے گرمی دیتا ہے جو زندگی کیلئے اہم ترین ہیں سورج ہماری فصلیں پکاتا ہے جنکی وجہ سے ہم زندہ ہیں۔ لہٰذا تمام نظامِ کارِ زندگی سورج کے تابع ہے اور چونکہ ہر معاملہ میں زمین کو سورج کی ضرورت ہے لہٰذا شکریہ کے طور پر زمین کیلئے سورج کا طواف لازمی ہے کیونکہ دیوتا بھی یہی چاہتے ہیں سورج افضل ہے چونکہ بلند ہے اور زمین پست اور پست ہمیشہ بلندی کی قدر کرتا ہے لہٰذا اس لحاظ سے سورج مرکز کائنات ہے۔

نکولس کوپرنیکس پولینڈ کا عظیم ماہر فلکیات ۱۴۷۳ء میں ٹورن میں پیدا ہوا کوپرنیکس ایک اچھے کھاتے پیتے گھرانے کا فرد تھا۔ اعلیٰ تعلیم کریکاد یونیورسٹی میں حاصل کی اور وہیں اس نے فلکیات میں دلچسپی لینی شروع کی۔

20 سال کی عمر میں اٹلی چلا گیا جہاں اس نے قانون میں اور میڈیسن کے متعلق بلوگنا اور پاڈووا یونیورسٹیوں میں پڑھا اور بعد میں اس نے فیریرا یونیورسٹی سے کینن لاء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ مائیکل ایچ ھرٹ اپنی کتاب The100 میں جو غالباً 1978ء میں نیویارک میں چھپی کوپرنیکس کی تعریف میں لکھتا ہے کہ کوپرنیکس کوئی باقاعدہ طور پر فلکیات دانی نہیں کرتا تھا۔ بلکہ صرف فارغ اوقات میں اس نے یہ عظیم کام کیا۔

اٹلی میں قیام کے دوران کوپرنیکس نے یونانی فلاسفر ارستارکس آف سیماس کے مفروضے اور خیالات سے شناسائی حاصل کی۔

کوپرنیکس، ارستارکس کے گردش زمین یا تمام ستاروں کا زمین کے گرد گھومنے کے تصور سے قائل ہوا کہ یہی نظریہ بالکل صحیح ہے اس مفروضے کو (Helio centric hypothesis) کہا جاتا ہے اور جب وہ چالیس کا ہوا تو اس نے اس آئیڈیا کو اپنے دوستوں میں عام کرنا شروع کر دیا اور چھوٹے چھوٹے کتابچے تقسیم کرنا شروع کیے کوپرنیکس نے کئی سال اس مشاہدات میں صرف کیے جو اسکی کتاب کی تشکیل کے لیے بہت ضروری تھے۔ اور جسکا نام Revolution of the celestial sphare تھا جس میں اس نے اس تھیوری کو بیان کیا اور گواہی کے طور پر اس میں وہی چھوٹے چھوٹے کتابچوں کا حوالہ بھی دیا۔

1533ء میں جب وہ ساٹھ سال کا ہوا تو اس نے روم میں اسی سلسلے میں کچھ لیکچر بھی دیئے جس میں اس نے صرف اپنی تھیوری کے چند نکات بغیر پوپ کی منظوری کے ارشاد فرما دیئے۔ ساٹھ کے اواخر میں آخر کار اس نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کتاب کو

Scanned by CamScanner

چھاپ دیا جائے اور 24 مئی 1543ء کو اس نے اپنی کتاب کی پہلی کاپی اپنے طور پر پرنٹر سے وصول کی۔

اس کتاب میں کوپرنیکس نے بالکل صحیح طور پر لکھا کہ زمین اپنے محور پر گھوم رہی ہے۔ چاند زمین کے گرد گھوم رہا ہے اور زمین اور دوسرے سیارے سورج کے گرد گھوم رہے ہیں تاہم اس نے اپنے سابقہ (ارستارکس سمیاس) کی طرح سورج کے شمسی نظام کے پیمانے کو سمجھنے میں غلطیاں ہیں لیکن اسکی تھیوری حسابی انداز کی الجھنوں سے پاک تھی اسکی اس کتاب کو لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ بعد میں ٹائیکو براھے نے جو ڈنمارک سے متعلق تھا نے کافی حوصلہ افزا کام کیا۔ اریسٹارکس نے صرف اس خیال پر غور وفکر کیا کہ زمین گھوم رہی ہے۔ لیکن اس پر سائنسی حقائق کے ساتھ کام کوپرنیکس نے کیا۔ مندرجہ بالا حصہ یعنی تاریخ ومحرکات مائیکل ایچ ھرٹ کی شہرہ آفاق کتاب The 100 سے لیا گیا قارئین جانتے ہوں گے کہ کوپرنیکس اور ٹائیکو براھے اور گلیلیو گلیلی ان نو عظیم سائنسدانوں میں سے تین بڑے نام ہیں اور ان تینوں نے ہی بائیبل کی تعلیمات اور فراہم کردہ معلومات سے ہٹ کر ایک نظریہ کی اندھی تقلید کی اصولی غلطی کی یہ نظریہ دینے والا صرف اور صرف اریستارکس ہے جسکا کوئی دین نہیں اور وہ صرف سورج کی پوجا کرتا ہے لہٰذا اس نے عقیدت مندی کے طور پر تمام سیاروں اور زمین کو اسکے گرد گھومتے ہوئے بتایا اور ان تین بڑے سائنسدانوں نے صرف اریستارکس کے دعوے کی تائید کی جسکو یہ عملی طور پر ثابت نہیں کر سکتے تھے۔

چرچ کا حقیقت پسندانہ کردار

کاپرنیکس نے اپنے اس نظریے سے مذہب سے ناواقف یا بے زار افراد کے ذہنوں میں یقیناً ایک تہلکہ مچا دیا، اور یہ وہی افراد تھے جو بلا وجہ اوٹ پٹانگ نظریات کو اور بے بنیاد خیالات کو سائنس کے پلیٹ فارم تک گھسیٹ کے لا رہے تھے کہ کسی نہ کسی طرح یا جیسے تیسے مذہب کو پس پشت ڈالا جائے لہٰذا ایسے افراد نے کوپرنیکس کے مرتے ہی اس کی کتاب (Principia) کو منظر عام پر لانے کے لیے خاطر خواہ حد تک جدوجہد کی، کہ اس کتاب کو اس کے مرنے کے بعد شائع کیا جائے، صرف اس لیے کہ وہ چرچ کی مخالفت مول لینے کی جرات نہیں کر سکتا تھا کیونکہ بائیبل کی تعلیم کے مطابق اس کو اس نظریے سے توبہ کرنی پڑتی یا سزا بھگتنی پڑتی لہٰذا اس نے یہ تمام آفات کسی بعد میں آنے والے کے لیے چھوڑ دیں اس کام کو اس درجہ کے اور پائے کے سائنسدانوں گلیلیو گلیلی نے شروع کیا

گلیلیو گلیلی کا مختصر تعارف

گلیلیو گلیلی: ایک عظیم سائنس دان جو 1564ء میں پیسا کے مقام پر پیدا ہوا انہوں نے پیسا ہی کی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی اور بعد میں مالی وجوہات کی بنا پر یہ سلسلہ ادھورا چھوڑنا پڑا تاہم وہ 1589ء میں یونیورسٹی میں مدرس کی حیثیت سے متعارف ہوئے۔

چند سالوں بعد انہوں نے پاڈوا یونیورسٹی کے ایک شعبے کو منتخب کیا اور وہاں وہ 1610 تک رہے۔

اس دوران ان کی لاتعداد سائنسی دریافتیں منظر عام آئیں۔

گلیلیو گلیلی کی پہلی اہم پیش رفت (میکنکس) میں ہوئی۔

ارسطو کا نظریہ تھا کہ بھاری چیزیں تیزی سے گرتی ہیں بہ نسبت ہلکی چیزوں

Scanned by CamScanner

کے اور بے شمار سائنسدانوں نے اس نظریے میں جوں کا توں ارسطوں کو آخری اتھارٹی سمجھ رکھا تھا۔ گلیلیو نے اس خیال اور دعویٰ کا ٹیسٹ کرنے کا فیصلہ کیا اور یکے بعد دیگرے کئی تجربات کر ڈالے۔

گلیلیو نے جلد ہی یہ انکشاف کر دیا کہ ارسطو اپنی دعوے میں غلط تھا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ بھاری اور ہلکی دونوں چیزیں یکساں رفتار (Velocity) کے ساتھ زمین پر آتی ہیں سوائے اس کے کہ ہوا مداخلت نہ کرے۔

یہ تجربہ گلیلیو نے پیسا کے جھکتے ہوئے مینار سے کیا۔

لاتعداد حیران کن تجربات ریاضی کے میدان میں کئے جو کہ جدید سائنس میں نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔

اسکی ایک اور بڑی دریافت (Law of inertia) ہے گلیلیو کی فلکیات کے میدان میں کافی نمایاں خدمات انجام دیں۔ سولھویں صدی کے آغاز میں زمین کے گھومنے یعنی (Helio centric Theory of Copermicus) اور (geo centric Theory) یعنی زمین کے ساکن ہونے کے بارے میں ایک متنازعہ مسئلہ زیرِ غور تھا۔

1604ء میں گلیلیو نے یہ اعلان کیا کہ کاپرنیکس درست تھا لیکن وہ اپنے اس دعویٰ کو درست ثابت کرنے کیلئے کوئی ثبوت پیش نہ کر سکا۔

1609ء میں گلیلیو نے ھالینڈ میں دوربین کے ایجاد کے متعلق سنا۔ اور صرف چند بیان شدہ حقائق کو سامنے رکھ کر اس نے ایک زیادہ طاقتور دوربین بنا ڈالی۔ اور چاند کی سطح اور کئی کہکشاؤں کا پتہ چلایا۔

چونکہ سائنسی دور کا آغاز تھا نئے خیالات و نظریات جنم لے رہے تھے لہٰذا گلیلیو نے اریستارکس سیمس اور کوپرنیکس کی کھودی گئی بنیاد میں اس نظریے کی تائید کر کے پہلی اینٹ رکھ دی، لیکن چونکہ ابھی تک یہ نظریہ صرف نظریہ ہی تھا اور خالص مذہبی حلقوں کی طرف سے صرف احتجاج ہی کیا گیا جبکہ مذہب مخالف حلقوں نے خوب

سراہا۔ اور کمال یہ ہے کہ مارٹن لوتھر جو چرچ کی بے اعتدالیوں اور تنگ نظری کے سخت خلاف تھا اور اس وقت ایک علیحدہ مذہبی فرقہ پروٹسٹنٹ کی افزودنی کے لیے کام کر رہا تھا۔ اس نے بھی مذہبی حقائق کو مدِنظر رکھتے ہوئے اور اس سچ کی حمایت میں آواز بلند کی کہ گلیلیو غلط نظریہ پیش کر رہا ہے۔

جیسے ہی گلیلو نے اس نظریہ کو ہوا دی۔ چرچ نے فوراً ہی اُسے تنبیہ کی اور یہ تنبیہ اور سرزنش بظاہر بڑی سختی کے ساتھ کی گئی لیکن چرچ کے پاس سوائے اس سرزنش کے اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ کہ عملی طور پر اس دعوٰی کے جواب میں کچھ نہ کر سکا لہٰذا سخت اور مسلسل سرزنش سے گلیلو نے چپ سادھ لی۔

چرچ نے اس آہستہ آہستہ سلگتی آگ کو محسوس کر لیا تھا جو عوام الناس کے ذہنوں میں گلیلو نے سلگائی تھی لیکن چرچ کو یہ بھی یقین تھا کہ گلیلو اس شخص کی بات کی صرف تائید کر رہا ہے جس کا دعوٰی یونانی فلاسفر اورلستارکس سیمپس کے دیومالائی فلسفے کی بنیاد پر تھا۔ چونکہ دعوٰی کی بنیاد ہی جھوٹ پر تھی اور چرچ کو اس بات پر یقین تھا کہ ارلستارکس چونکہ آتش پرست تھا جبکہ عیسائیت کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جامع اور حتمی اور سچی تعلیمات موجود ہیں لہٰذا ارلستارکس کے دیومالائی نظریہ کی بنیاد پر کئے گئے دعوٰی کو منطقی طور پر رد کر دیا گیا لیکن عوام میں پیدا شدہ دو گروہوں میں ایک نئی بحث، کشمکش اور تقسیم کا عمل یقیناً شروع ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بااثر گروپ کے زیرِ اثر گلیلو نے دوبارہ اس نظریہ کا پرچار شروع کیا اور جھوٹ کے پلندے نے آخرکار نظریے کا روپ دھار لیا۔ اور چرچ نے حسبِ عادت صرف سرزنش پر ہی اکتفا کیا کیونکہ جب اکثریت جھوٹ کو سچ کا درجہ دینے پر مصر ہو تو اقلیت کے سچ کو چاہے عارضی طور پر ہی بہرحال اپنی بساط لپیٹنی پڑتی ہے یہی کچھ چرچ کے ساتھ ہوا۔ لیکن مذہبی تاریخ میں چرچ کے جرات مندانہ کردار کو ہمیشہ سراہا گیا اور اس ضمن میں چرچ نے اپنی پوری اخلاقی اور منصبی حیثیت کے ساتھ کام کیا جو کہ ایک قابلِ تحسین امر ہے۔

Scanned by CamScanner

زمین قرآن کی نظر میں

قرآن کریم معلوم و معارف کا سرچشمہ ہے اگر ضرورت ہے تو صرف اس امر کی کہ اس میں غور فکر اور تدبر کیا جائے۔

قرآن کریم خود اپنی آیت پیش کرتا ہے، کہتا ہے۔

"وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ"

مفہوم یہی ہے کہ اس کتاب مبین میں سب کچھ بیان کر دیا گیا ہے کچھ چھوڑا نہیں گیا۔

قرآن کریم ہی میں مجھے یہ معلومات حاصل ہوئی اس لیے میں نے قرآن کریم کو پیش نظر رکھ کر اپنا دعوی پیش کیا اور قرآن ہی سے اس دعوی کا ثبوت پیش کر رہا ہوں وراس کا مقصد روشنی کو روشنی اور اندھیرے کو اندھیرا ثابت کرنا ہے اور اس مسئلے میں غور و فکر کی دعوت دینا ہے۔ قرآن کریم کے سچے اور لازوال اصول اور سائنس دونوں ہی ہر قسم کے تعصب اور رواداری سے بلند ہو کر ایک ہی نقطے پر یکجا ہوتے ہیں کیونکہ سائنس فطرت کا مطالعہ ہے اور قرآن عین فطرت ہے قرآن فطرت کے گوناگوں رازوں اور حقیقتوں پر مبنی ایک دستاویز ہے جبکہ سائنس انہی دستاویز سے حاصل شدہ معلومات کو منکرین سے منوا رہی ہے۔ لہٰذا جہاں جہاں سائنس قرآن کے پیچھے چلتی ہے وہاں سربستہ رازوں کا انکشاف ہوتا چلا جاتا ہے اور جہاں یہ علیحدہ سے اپنا وجود منوانے کی کوشش کرتی ہے یا علیحدہ جہاں بنانے کی کوشش کرتی ہے وہیں سے گمراہ ہو جاتی ہے۔ حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ جو کچھ ثبوت زمین کے ساکن ہونے کے سلسلے میں قرآن سے میسر آیا وہ قارئین کی ۔مت میں پیش کر دیا گیا ہے اور جو قدیم و جدید نظریات زمین کے ساکن ہونے کے سلسلے میں قرآن کے علاوہ مختلف علماء کرام کی کتب سے میسر ہوا وہ بھی دے دیا گیا ہے اگر کہیں سہو نظر ہو گیا ہے تو مصنف معذرت خواہ ہے۔

قرآن حکیم سے پہلے کی الہامی کتابوں کے مطالعہ سے بھی زمین کے ساکن ہونے ہی کے بارے میں معلومات میسر آئیں اگرچہ انکا بھی مفہوم بدلا جا چکا ہے لیکن اس کمی کو قرآن کریم نے بدرجہ اتم پورا کر دیا ہے اور میں نے اس باب میں کوشش کی ہے کہ بالترتیب سورۃ اور آیات مقدسہ کا ترجمہ کسی حد تک وضاحت کے ساتھ رقم کر دوں۔ اور اس ضمن میں کتاب کا اہم حصہ عملی تجربہ ہے جس کے لیے یہ کتاب لکھی گئی ہے، کتاب کے آخر میں اسی سلسلہ کی کچھ گزارشات پیش کر دی گئی ہیں۔

تا کہ قرآنی نظریہ کو عملی سائنسی تجربہ سے ثابت کر دیا جائے۔

قرآنی ترتیب کے لحاظ سے سورۃ الانعام چھٹے نمبر پر ہے اور اس سورۃ مبارک کی آیات مبارکہ میں رب جلیل نے صرف سورج اور چاند کا ذکر کیا ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٩٦﴾

ترجمہ: پردۂ شب کو چاک کر کے، وہی صبح نکالتا ہے۔ اُسی نے رات کو سکون کا وقت بنایا ہے۔ اُسی نے چاند اور سورج کے طلوع اور غروب کا حساب مقرر کیا ہے۔ یہ سب کچھ اُسی زبردست قدرت اور علم والے کے حکم سے ہے۔

اس آیت میں صرف اور صرف سورج اور چاند کی مخصوص رفتار کا ذکر ہے اور کسی چیز کا ذکر نہیں کیا اور انسان جان لیتا ہے کہ یہ دونوں اجرام فلکی حرکت میں ہیں کیونکہ ان کی ایک خاص رفتار یا رفتار کا ایک خاص حساب بتایا جا رہا ہے۔

جسے قرآن نے دِنوں، مہینوں اور سالوں کی گنتی کی وجہ قرار دیا کہ انسان وقت کی پیمائش کا اندازہ لگا سکیں۔

اس آیت میں جو غور طلب بات ہے وہ یہ کہ چاند حرکت میں ہے اور اس سے منسوب فائدہ اوقات کی تقسیم ہے جو ہم نے اسکی رفتار سے اندازہ لگایا لیکن سورج کے تو

Scanned by CamScanner

بے شمار فوائد ہیں جو چاند کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہیں لیکن نہ چاند کا کوئی ثانوی فائدہ بتایا گیا اور نہ ہی سورج کے کسی ثانوی فائدے سے آگاہی دی گئی کیونکہ مقصد یہاں صرف اور صرف لفظ رفتار سے ان دونوں کی حرکت کو ظاہر کرنا ہے ابھی ہم سورج کی اپنی رفتار کی بحث نہیں چھیڑتے اور قرآن حکیم کی جس آیت مبارکہ سے مستفیض ہوئے ہیں۔

اس کے نتیجہ میں صرف یہ ذہن میں رکھنا ہے کہ سورج اور چاند ایک خاص رفتار سے چل رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاۗءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: وہ اللہ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور اس کی چال کے لیے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ سورج اپنی منزلیں طے کرتا ہوا ایک سو اسی دن پورے کرتا ہے اور یہ منزل طے کر کے واپس چل پڑتا ہے۔

اس آیت مبارکہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ رفتار کے ساتھ ساتھ کچھ منازل ہیں جو سورج کو طے کرنی ہوتی ہیں اور انہیں منازل کی وجہ سے ہم سالوں اور مہینوں کا حساب رکھتے ہیں ہمیں اس آیت میں سورج کا پہلا فائدہ بتایا گیا پہلی آیات میں صرف سورج کی حرکت کو ظاہر کیا گیا کہ بس یہ چل رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

ترجمہ اور اس نے تمہارے لیے رات دن، سورج اور چاند تاروں کو مسخر کیا۔

اگر آپ توجہ فرمائیں تو اس آیت مبارکہ میں ایک لفظ دیا گیا ہے "مسخر"۔
اب اگر آپ یہ لفظ ذہن میں رکھیں تو اس لفظ کی مزید وضاحت کیلئے آیئے اس ایک اور آیت کی طرف۔

جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

ترجمہ: اور اللہ نے دریا مسخر کیا تاکہ اس میں سے تم تازہ گوشت کھا سکو اور اپنے لئے زیورات حاصل کر سکو جسے تم پہنتے ہو اور تم اسی سمندر میں کشتیوں کو چلتے ہوئے دیکھتے ہو۔

اے پروردگار! ایک طرف تو تو نے سورج اور چاند مسخر کیا جن میں سے ایک تو نو کروڑ میل دور ہے اور دوسرا سوا تین لاکھ میل دور دونوں مسخر اور تیسرا دریا جو ہمارے پاؤں میں ہے وہ بھی مسخر ان آیات مبارکہ میں لفظ مسخر کے معنی ہیں مسلسل چلنے اور کام میں لگے رہنے کے ہیں۔ جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ یعنی ان تینوں پر اس لفظ کا اطلاق اسی صورت میں ہوگا جب انکا عمل اللہ تعالیٰ کا دوسرا حکم آنے تک مسلسل جاری وساری رہے گا۔

تو یہ مسخر کے معنی پر پورا اتریں گے مثلاً ہم 500 میل لمبے چوڑے پانی کے ذخیرے کو دریا نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ کسی سمت بہہ نہیں رہا لہٰذا ہم اسے جھیل کہیں گے تالاب کہیں گے پانی کا ذخیرہ کہیں گے اور جہاں یہی پانی کسی سمت میں چل نکلے تو ہم ایک میل کے حصے کو بھی دریا کہیں گے پانی وہاں مسلسل کسی سمت میں چل رہا ہے۔ لفظ مسخر کی تعریف اور مطلب امید ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے۔

وہ یہ ہے کہ اس سے ایک مسلسل حرکت کی نشاندہی کی جا رہی ہے۔ چاند سورج اگر روک دیئے جائیں تو ان میں صفات چاند سورج باقی نہیں رہے گی۔ اور دریا خشک

Scanned by CamScanner

ہو جائے تو دریا نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ لفظ ''مسخر ہی سے ان کی صحیح صفت'' ظاہر ہو رہی ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا یہ انعام صاف اور صحیح معنوں میں ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ ''ہم نے چاند اور سورج تمہارے لیے مسخر کر دیے ہیں''۔ کیونکہ اگر دریا رک گیا تو وہ دریا نہیں خشک ہو گیا تب بھی دریا نہیں سورج چاند رک جائیں تو سورج و چاند نہیں پھر ہم انہی کسی اور سیارے کا نام دیں گے تو ثابت ہوا کہ ان تینوں یعنی سورج، چاند اور دریا کی مسلسل اور ایک خاص سمت میں حرکت کو لفظ مسخر سے ظاہر کیا گیا ہے۔

آیئے اب آگے چلتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾

ترجمہ: اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ وہ کون ہے جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا اور جس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے۔

آپ نے غور فرمایا سورج اور چاند کیلئے لفظ ''سَخَّرَ'' استعمال ہوا جس کی وضاحت میں لفظ مسخر کے ضمن میں پہلے کر چکا ہوں مقصد یہاں بھی انہیں دونوں کی حرکت جو ایک خاص سمت میں ہے ظاہر کی گئی ہے اور انہیں کام میں لگا رکھا ہے پیدا آسمان و زمین کو کیا لیکن کام میں چاند اور سورج کو لگا رکھا ہے یعنی زمین و آسمان کو کام میں نہیں لگا رکھا یعنی حرکت میں نہیں ڈالا۔ زمین و آسمان کیلئے لفظ سخر یہاں اس آیت میں بیان نہیں فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَاۗءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿٦١﴾

ترجمہ: وہ ذات بہت عالی شان ہے جس نے آسمان میں بڑے بڑے

ستارے بنائے اور آسمان میں ایک چراغ اور نورانی چاند بنایا۔

اس آیت میں اب انہی دونوں کی یعنی سورج اور چاند کی تیسری صفت بیان کی جا رہی ہے اور باقی کسی صفت کا تذکرہ نہیں پہلے مذکورہ آیت میں صرف حرکت ظاہر کی گئی اور دوسری آیت میں ان کی منازل کا ذکر کر کے ماہ و سال کے حساب سے منسوب حالت بتائی گئی۔

اور ان آیت مبارکہ میں بتا دیا گیا کہ وہ عظیم الشان اللہ جس نے آسمان میں ایک چراغ اور نورانی چاند بنایا کہ یہ ایک مسلسل ایک خاص سمت میں چلتا ہوا منازل طے کرتا ہوا چراغ ہے جس سے انسان روشنی حاصل کرتے ہیں۔

اچھا شائد اب یہ بات سمجھ میں آئی ہو لیکن ذرا کم تو آیئے دوبارہ قرآن حکیم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَاۗءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿٤٥﴾

ترجمہ (اے مخاطب) کیا تو نے اپنے پروردگار (کی قدرت) پر نظر نہیں کی کہ اس نے سایہ (یعنی سورج) کو کیونکر دور تک پھیلایا ہے اور اگر وہ چاہتا تو اسکو ایک حالت پر ٹھہرایا ہوا رکھتا اور پھر ہم نے آفتاب کو اس (سایہ کی درازی و کوتاہی) پر علامت مقرر کیا پھر ہم نے اس کو اپنی طرف آہستہ آہستہ سمیٹ لیا۔

محترم قارئین! اللہ تعالیٰ جل شانہٗ بار بار مختلف اطوار سے یہی بات سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے کہ کون حرکت میں ہے اور کون ساکن آیت مبارک میں فرما دیا گیا کہ اس نے سایہ کو کیونکر دور تک پھیلایا۔ اب سایہ کتنی دور تک کا ہو سکتا ہے اگر وہ کسی انسان، عمارت، درخت، پہاڑ کی وجہ سے ہو لیکن یہاں سایہ چونکہ سورج کی وجہ سے ہے لہٰذا رات بھی ایک مکمل سایہ ہی ہے۔ جو زمین کے بہت سارے حصے کو گھیر لیتی ہے

Scanned by CamScanner

اگر وہ چاہتا تو ایک ہی حالت پر ٹھہرایا رکھتا یعنی اگر سورج حرکت میں نہ ہوتا یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایک ہی حالت پر یعنی حالت سکون میں سورج ایک ہی نقطہ پر جما رہتا یا ٹھہرا رہتا۔ اور پھر ہم نے سورج کو اس کی کمی وبیشی پر علامت مقرر کیا۔ یعنی اگر سایہ کم ہو رہا ہے تو علامت تو سورج کی حرکت ہے یا زیادہ ہو رہا ہے تو علامت سورج کی حرکت ہے اگر یہاں الفاظ یہ ہوتے کہ علامت زمین ہے تو سمجھ میں آتا کہ سورج حرکت میں نہیں کیونکہ سایہ آگے پیچھے ہونے کی وجہ سورج بتائی گئی ہے سائے کے کم و بیش ہونے کی وجہ اور گھٹنے بڑھنے کی وجہ سورج بتائی گئی ہے آیت مبارک کے آخری حصے میں کہا گیا کہ پھر ہم اسے آہستہ آہستہ اپنی جانب سمیٹ لیتے ہیں۔ کیسے سمیٹ لیتے ہیں، کیا زمین کو سمیٹ لیتے ہیں، نہیں سایہ کو سمیٹ لیتے ہیں اور سایہ منسلک ہے۔ سورج کے ساتھ کیونکہ اگر سورج نہیں تو سایہ نہیں اور اگر سایہ حرکت میں ہے تو پتہ چلا کہ دراصل سورج مسلسل حرکت میں ہے لیکن بات ابھی بھی ختم نہیں ہوئی قرآن سے صرف یہ ثابت ہوا کہ چاند اور سورج حرکت میں ہیں اور اسے تو ساری دنیا تسلیم کرتی ہے لیکن یہ ثابت کیسے ہو کہ زمین حرکت نہیں کرتی لیکن سائنسدان سورج کی زمین کے گرد حرکت تسلیم نہیں کرتے بلکہ سورج کی حرکت صرف اور صرف اپنے محور کے گرد تسلیم کرتے ہیں۔

تو آیئے پھر قرآن حکیم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

لفظ مسخر اور سخر آپکی سمجھ میں آچکے ہوں گے جنکا مطلب ہے کام میں لگنا اور سورج اور چاند کا کام انکی ایک مسلسل حرکت ہے یعنی سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا گیا مطلب وہ حرکت میں آگئے انکا سفر انکی حرکت ہے اور یہی ان کا انکا کام ہے۔ جبکہ آپ نے اوپر پڑھا کہ زمین و آسمان پیدا کیے گے لیکن کام میں صرف چاند وسورج کو لگایا یعنی آسمان کو کام میں نہیں لگایا لفظ مسخر یا سخر صرف چاند سورج کیلئے ان آیات میں استعمال ہوا اور آسمان و زمین پر اس لفظ کا اطلاق نہیں ہوتا اگر ہوتا تو آسمان و زمین

بنانے والا ضرور کرتا۔ لہٰذا ایک عام فہم رکھنے والے انسان کو سمجھ جانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے بڑے آسان سے الفاظ میں یہ بات سمجھائی کہ مسخر کا مطلب حرکت مسلسل یعنی کام ہے لیکن حرکت والا کام چاند سورج انجام دے رہے ہیں لیکن مطمئن نہ ہونے والے شائد اب بھی مطمئن نہیں ہوئے۔ اچھا اب دوبارہ قرآن حکیم کے پاس چلتے ہیں اور یقیناً سیدھی راہ وہیں سے ملے گی جب قرآن مجید سے عرض کی کہ اس گتھی کو کیسے سلجھائیں تو ارشاد ہوا کہ پڑھو اور سمجھو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: موسیٰ نے جواب دیا کہ وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ مخلوقات انکے درمیان میں ہے اسکا۔

اس آیت مبارکہ کی روشنی میں پتہ چلا کہ آسمانوں سے مراد بے شمار آسمان ہے یا نہ ختم ہونے والی بلندی ثابت ہوا کہ سات آسمانوں کے مقابلہ میں صرف ایک ہی زمین ہے یعنی انتہائی بلندی یعنی آسمان کے بعد صرف زمین ہی دوسری حد ہے اور اس کے علاوہ وہ ہے جو ان دونوں کے درمیان ہے اب ان دونوں یعنی آسمانوں اور زمین کے درمیان جو مخلوقات ہیں ان مخلوقات میں شامل ستارے، سیارے، بروج، چاند، سورج، کہکشائیں، بادل، ہوائیں اور دوسری کئی ایسی مخلوقات شامل ہیں جو انسانی عقل کے دائرے میں نہیں آسکتیں۔

ان سب کا وہ اکیلا پروردگار ہے، اور اس سے ثابت ہو گیا کہ اس کائنات میں باقی مخلوقات کا وجود تو ہے لیکن اس کائنات میں دوسری زمین کوئی نہیں اور کہیں نہیں۔ اگر ہوتی تو فرمایا جاتا میں مالک ہوں آسمانوں کا اور زمینوں کا کیونکہ ریت، مٹی اور پتھر کی کئی میلوں میں پھیلی چٹان کو ہم زمین نہیں کہہ سکتے زمین اسے کہتے ہیں جہاں انسانی زندگی کے آثار موجود ہوں جہاں انسانی نسل کی نشوونما ہوتی ہو، جہاں پانی ہو دھوپ ہو زمین کی

Scanned by CamScanner

مٹی فصلیں اگاتی ہو اور بقائے انسانی کو ہر قسم کا تحفظ مہیا کرتی ہو اس کا ایک خاص ماحول اور درجہ حرارت ہو۔

اسکے اندر یا باہر وہ تمام خزانے موجود ہوں جنکی انسان کو ہر دور میں ضرورت ہو۔

اور پھر زمین اسے کہتے ہیں جو خود نہ گھومتی ہو بالکل دوسرے اسکے گرد گھومتے ہوں اور زمین اسے کہتے ہیں جو ایک نقطہ ومقام پر ٹھہری ہوئی ہو۔

آیئے قرآنی آیات کی روشنی میں ان تمام حقائق کا جائزہ لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿١٩﴾

(ترجمہ) ہم نے زمین کو پھیلایا، اُس میں پہاڑ جمائے، اس میں ہر نوع کی نباتات ٹھیک ٹھیک نپی تلی مقدار کے ساتھ اگائی،

تشریح: سورۂ حجر کی یہ آیت اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ زمین کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے بچھایا اور پھر اس کی مضبوطی اور ثبات کے لیے پہاڑ گاڑ دیے تاکہ یہ حرکت نہ کرے اور بے سکونی کی حالت نہ پیدا ہو تاکہ مخلوقات عالم کے لیے مشکلات اور تکلیف کا سبب نہ بنے، یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنا یہ احسان اور انعام یاد دلایا کہ زمین بے سکونی کی حالت میں تھی تو ہم نے اسے پرسکون کیا۔ اور بڑے بڑے پہاڑ اس میں نصب کر کے اسے قابل رہن سہن بنا دیا۔

اللہ کا ارشاد

وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٥﴾

(ترجمہ) اس نے زمین میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں تاکہ زمین تم کو لے کر

ڈھلک نہ جائے۔ اس نے دریا جاری کیے اور قدرتی راستے بنائے، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

تشریح: اس آیت کریمہ کی تشریح سے پہلے اگر ہم مختصر طور پر ارضی طبیعیات ان واقعات کو بیان کریں جو زمین کی ابتدائی تشکیل سے لیکر اب تک واقع ہوئے ہیں تو نا مناسب نہ ہوگا۔ اور جس سے ہماری اس گفتگو کو تقویت بھی ملے گی اور یہ ہمارے نظریے کی واضح دلیل بھی ہوگی۔

جیسا کہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ زمین کی مٹی اور پتھروں سے بنی ہوئی اوپر والی تہہ (CRUST) کے نیچے زمین کے قالب میں دھاتوں کا مائع میگما (MAGMA) ہے زمین اور سیاروں اور ستاروں کے جمگھٹوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ تصور کیا جاتا ہے کہ جب زمین وجود میں آئی تو اس وقت وہ انتہائی زیادہ اونچے درجہ حرارت کی حامل پگھلی دھاتوں پر مشتمل تھی اور یہ زمین ایک آتشی گیند کی صورت میں تھی اور اس لیے یہ ضروری تھا کہ وہ بالکل ساکن ہو کر ٹھنڈی ہو جاتی اگر یہ ہر وقت متحرک ہوتی تو ٹھنڈی اور قابل سکونت ہرگز نہ ہوتی۔

ہمارے عظیم خالق نے زمین کو پائیداری دینے کے لیے اسے ایک طرح سے بڑے بڑے وزن مہیا کر دیے۔ یہ پہاڑوں کے سلسلے کی صورت میں ہیں جو زمین پر ثبت ہیں ان پہاڑی سلسلوں کو زمین کی سطح پر اور سمندری تہوں کو ایک بیحد نازک اور پیچیدہ مگر صحیح اندازوں کے ساتھ بنا دیا گیا ہے بالکل ایک مادی گریوور (GRAVURE) کی طرح۔ چنانچہ اس طریقے سے زمین کی سیمابی طاقت کو قابو میں رکھا گیا ہے۔

پہاڑ ایک طرح سے برقی لاٹھی ہیں جو عظیم زلزلوں، جھٹکوں اور ڈانوا ڈول ہونے سے زمین کو روکتے ہیں۔

چنانچہ آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت کا اظہار فرمایا اور ثابت کیا کہ یہ زمین اور اس کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ اس پر

Scanned by CamScanner

بھی اللہ تعالیٰ کے وجود کو تسلیم نہ کرنا ہٹ دھرمی اور ضد کے سوا کیا ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾

(ترجمہ) پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے جمائے گئے؟ اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بچھائی گئی؟

تشریح: یہ آسمان کیسے بلند ہوگیا؟ یہ پہاڑ کیسے قائم ہوگئے؟ یہ زمین کیسے بچھ گئی یہ ساری چیزیں اگر بن سکتی تھیں اور بنی ہوئی ان کے سامنے موجود ہیں تو قیامت کیوں نہیں آسکتی؟ آخرت میں ایک دوسری دنیا کیوں نہیں بن سکتی؟ دوزخ اور جنت کیوں نہیں ہوسکتیں؟ اگر یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کرسکتا ہے تو زمین کو اللہ تعالیٰ ساکن کر کے اس میں موسم کی تبدیلی اور رات دن کی تبدیلی کیوں نہیں کرسکتا؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا ﴿٦﴾ وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا ﴿٧﴾

(ترجمہ) کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم نے زمین کو فرش بنایا، اور پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا،

تشریح: اس آیت کریمہ میں بھی اس مضمون کو دہرایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو فرش بنایا اور اس فرش کو غیر متحرک پرسکون بنانے کے لیے اس میں پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا تاکہ یہ غیر متحرک اور ساکن رہے۔

جو بنی نوع انسان کے لیے جائے مستقر قرار پائے اور انسان ہماری ان نشانیوں سے ہمیں پہچانے اور ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی تعلیم پر عمل کرے اور ہماری عبادت کرے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْأَرْضِ وَمَا طَحَاهَا ﴿٦﴾

(ترجمہ) اور زمین اور جیسا کچھ اس کو بچھایا۔

تشریح: سورۂ شمس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کئی چیزوں کا ذکر فرمایا اور اسکے لیے قسم ہے کہ الفاظ استعمال کیے ہیں لیکن ہمارا موضوع خاص کر زمین کے بارے میں ہے۔ اس لیے ہم اس کو پیش نظر رکھ کر بات کریں گے۔ یہاں اللہ تباک وتعالیٰ نے زمین کے بچھائے جانے کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے زمین کو اس طرح بچھایا کہ یہ رہنے کے قابل ہوجائے۔ ظاہر ہے کہ ایک جھولا جو مسلسل حرکت کرتا ہو کسی بھی طرح مستقل آرام دہ مسکن نہیں بن سکتا۔ رہنے کے قابل مسکن اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب کہ اس کو سکون ہو۔

اس آیت کریمہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ زمین متحرک تھی اللہ تعالیٰ نے اسے ثابت کیا۔ زمین سمٹی تھی اللہ تعالیٰ نے اسے پھیلایا، اور زمین کو سکونت عطا کی تاکہ یہ رہنے سہنے کے قابل ہوجائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ﴿١٠﴾

(ترجمہ) زمین کو اُس نے سب مخلوقات کے لیے بنایا۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے زمین وضع کی وضع اسی صورت میں ہوسکتی ہے جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ کہہ کر بات واضح کر دی کہ ہم نے مخلوقات کے لیے زمین کو وضع کیا اب اگر جمیع مخلوقات کے لیے زمین وضع کی گئی ہے تو اس میں یہ صفت بھی ضروری ہوگی کہ یہ پرسکون ہو۔ رہنے سہنے کے قابل ہو اور جمیع مخلوقات عالم اس میں امن اور چین سے سکونت پذیر ہوسکیں۔

Scanned by CamScanner

کیا اب بھی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ زمین مسلسل حرکت کر رہی ہے اور چکر لگا رہی ہے۔

ہماری تو یہ مجال نہیں کہ ہم یہ کہہ سکیں کہ زمین ثابت نہیں، قائم نہیں، وضع نہیں، ساکن نہیں۔ تمام سائنسدانوں اور کائنات کے بارے میں مفروضات قائم کرنے والے جتنے بھی ہیں قرآن کریم ان سب کی ان مفروضات کو یک قلم موقوف کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝٧

(ترجمہ) اور زمین کو ہم نے بچھایا اور اس میں پہاڑ جمائے اور اس کے اندر، طرح کی خوش منظر نباتات اُگا دیں۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں ان میں قابل غور باتیں درجہ ذیل ترتیب سے ملاحظہ فرمادیں جس سے ہماری بات کی زیادہ وضاحت ہوجاتی ہے۔

مَدَدْنٰهَا۔ ہم نے زمین کو پھیلایا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ زمین پھیلی ہوئی نہیں تھی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اسے پھیلایا۔ اور پھیلانا کس کے لیے؟

صاف ظاہر ہے کہ بنی نوع انسان کے بسنے کے لیے تاکہ انسان جس کے لیے یہ بنائی گئی ہے اس میں سکون سے رہ سکے۔

'وَاَلْقَيْنَا' اور ہم نے اس میں جمادیے۔ کیا جمادیے؟ پہاڑ جمادیے اور یہ پہاڑ کس لیے جمادیے۔ اس لیے جمادے کہ زمین ڈانواڈول نہ ہو اور بالکل متوازن اور درست رہے تاکہ اس پر بنی نوع انسان آرام سے رہ سکے۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ نہیں صاحب زمین تو متحرک ہے تو کس طرح مان لیا جائے گا؟

اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس اور عظیم کتاب میں تو بار بار فرمایا کہ ہم نے یہ زمین پرسکون، غیر متحرک اور مسطح پیدا کی ہے اور ہم یہ کہیں کہ نہیں جناب یہ زمین متحرک ہے۔ اور ہر وقت گھوم رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۭ وَيُمْسِكُ السَّمَاۗءَ اَنْ تَقَعَ عَلَي الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝٦٥

(ترجمہ) کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اُس نے وہ سب کچھ تمھارے لیے مسخر کر رکھا ہے جو زمین میں ہے، اور اُسی نے کشتی کو قاعدے کا پابند بنایا ہے کہ وہ اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہے، اور وہی آسمان کو اس طرح تھامے ہوئے ہے کہ اس کے اذن کے بغیر وہ زمین پر نہیں گر سکتا؟ واقعہ یہ ہے کہ اللہ لوگوں کے حق میں بڑا شفیق اور رحیم ہے۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں جو خاص بات قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ ”اور وہی آسمان کو اس طرح تھامے ہوئے ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر وہ زمین پر نہیں گر سکتا“ آسمان کا زمین پر گرنا اسی وقت ہو سکتا ہے جب زمین ساکن ہو ٹھہری ہوئی ہو اور اوپر سے آسمان آکر اس پر گر پڑے۔

اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آسمان اوپر ہے اور زمین اسکے نیچے بچھی ہوئی غیر متحرک، ثابت اور ساکن ہے۔

اور زمین کا اس طرح ہونا بھی ضروری قرار پاتا ہے کیوں کہ زمین اللہ تعالیٰ

Scanned by CamScanner

نے جائے قرار بنائی ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے ”مستقر“ فرمایا ہے

چنانچہ سورۂ بقرہ میں فرمایا اس ”مستقر“ میں رہو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ ایک مقررہ مدت تک۔

مستقر کا لفظ عربی لغت میں جائے قرار کے معنی دیتا ہے اور اس اصل مادہ ”ق ر ر“ ہے اور قرر کے معنی قرار پکڑنے کے ہیں اور قرار اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جب آپ کسی ایسی مستقل جگہ پر سکونت پذیر ہوں جسے جگہ کا نام دیا سکے اور یہی دنیا ایک مستقر ہی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک غیر متحرک، ثابت، ساکن جگہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٩﴾

(ترجمہ) کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ رات کو دن میں پروتا ہوا لے آتا ہے اور دن کو رات میں؟ اس نے سُورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے، سب ایک وقتِ مقرر تک چلے جا رہے ہیں، اور (کیا تم نہیں جانتے) کہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے؟

تشریح: س آیت کریمہ میں چاند اور سورج کے چلنے اور متحرک ہونے کا اظہار ہے کہ لیکن اس میں ارض یعنی زمین کا ذکر نہیں ہے معلوم ہوا کہ زمین ساکن ہے اور غیر متحرک کیوں کہ چاند اور سورج رہن سہن کے لیے نہیں ہیں جواب ثابت بھی ہو چکا ہے۔ پس آیت سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ چاند اور سورج اور اس کے مثل دیگر متحرک اجسام فلک میں تیر رہے ہیں، اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں اگر زمین بھی ان متحرک اجسام میں شامل ہوتی تو اس کا بھی ذکر کر دیا جاتا۔

لیکن اس میں زمین کا ذکر نہیں ہے اس لیے یہ آیت کریمہ بھی اس نظریے کی تصدیق کرتی ہے کہ زمین اللہ تعالیٰ نے انسان اور جمیع مخلوقات کے رہن سہن کے لیے

پر سکون بنائی ہے۔ ”کُلٌّ یَّجری“ سے عام قاری یہ مراد لیتا ہے کہ سب کے سب یعنی کل کے کل فلک تمام اجسام، تمام کہ تمام گھوم رہے ہیں جاری وساری ہیں۔ یہ مفہوم غلط سمجھ لیا گیا ہے جب کہ آیت میں کہا گیا ہے ”کُلٌّ یَّجری“ کوئی نہ کوئی جسم خود یا اپنے سے بڑے جسم کے اردگرد گھوم رہا ہے اور اگر وہ جسم کسی دوسرے کے گرد نہیں گھوم رہا تو خود ہی اپنے محور پر گھوم رہا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اگر آپ پوری آیت کا مطالعہ بڑے غور وفکر اور باریک بینی سے فرمائے گے تو مندرجہ ذیل صورتحال سامنے آئی گی

”وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ“

اور مسخر ہیں سورج اور چاند تمام کے تمام یعنی کل سورج کل چاند یہاں کل سے مراد یہ دونوں ہی ہیں۔ مثلاً دو افراد رشید اور حمید سامان لینے بازار گئے اور ان کے والد نے ان دونوں کی والدہ سے پوچھا کہ سب (کل) واپس آگئے یا ایک واپس آیا چونکہ دونوں کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔ لہٰذا جواب میں سب (کل) ہی کہا جائے گا۔ یہاں (لفظ کل) دو ہی عدد کی نشان دہی کر رہا ہے۔ اچھا اب دو کی بجائے پچاس افراد ہوتے تو بھی یہ (لفظ کل) ان سب کی نمائندگی کرتا کہ آیا سب (کل) واپس آگئے جیسے کہ آپ نے سب کے سب (کل) پیسے خرچ کر لئے یعنی تمام کہ تمام پیسے خرچ ہو گئے آیت مبارکہ میں چونکہ ذکر صرف ان دونوں یعنی سورج اور چاند کا ہی ہے۔ لہٰذا ان دونوں کی گردش کا لفظ کل کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے مطلب ہے یہ دونوں یا سب کہ سب تمام کہ تمام اگر اس کائنات میں کہیں اور بھی کچھ سورج اور چاند موجود ہیں تو ان تمام کا احاطہ بھی یہی آیت کریمہ کیے ہوئے ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٠﴾

(ترجمہ) وہی ہے جس نے تمھارے لیے اِس زمین کو گہوارہ بنایا۔ اور اس میں

Scanned by CamScanner

کرے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا ﴿۳۲﴾

(ترجمہ) اور پہاڑ اس میں گاڑ دیے

تشریح: اس آیت کریمہ میں بھی وہی احسان اللہ تعالیٰ بیان کر رہے ہیں جو پہلے کئی ایک آیتوں میں بیان کیا کہ یہ پہاڑ زمین میں سکونت اور ٹھہراؤ پیدا کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں زمین غیر متحرک کر دی ورنہ وہ متحرک اور سدا ڈانواں ڈول رہتی۔ لیکن ہماری قدرت نے اس میں ہم نے پہاڑ نصب کر دیے جس سے یہ زمین رہن سہن کے قابل ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ملاحظہ فرمائیں:

وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ﴿۶﴾

اور قسم ہے زمین اور اس ذات کی جس نے اس کو بچھایا

اور یہ ارشاد گرامی قدر:

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ﴿۱۰﴾

اور اس نے خلقت کے واسطے زمین کو (اس جگہ رکھ دیا)

اور یہ ارشاد گرامی:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِىْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾

اور زمین میں پہاڑ ڈال رکھے ہیں تا کہ وہ تم کو لیکر ڈانواں ڈول نہ ہونے لگے۔

اور یہ ارشاد گرامی:

الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾

متحرک ہے۔ اس کا آرام دہ ہونا بھی اس پر منحصر ہے۔ کہ یہ پرسکون اور غیر متحرک ہو۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دیکھیں:

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِىَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ط

(ترجمہ) اور وہ کون ہے جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس کے اندر دریا رواں کیے اور اس میں (پہاڑوں کی) میخیں گاڑ دیں اور پانی کے دو ذخیروں کے درمیان پردے حائل کر دیے؟

تشریح: اس آیت کریمہ میں زمین کو جائے قرار کا نام دیا گیا ہے۔ اور جائے ارو ہی ہوسکتی ہے۔ جہاں انسان نہایت سکون اور اطمینان سے رہ سکے۔ اور یہ بھی یا کہ ہم نے اس میں پہاڑ گاڑ کر اسے غیر متحرک اور پرسکون بنایا۔

یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بیان ہے کہ ان نشانیوں کو دیکھو اور اللہ تعالیٰ کے وجود کا اقرار کرلو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ﴿۶﴾ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ﴿۷﴾

(ترجمہ) کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم نے زمین کو فرش بنایا، اور پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا،

تشریح: اس آیت کریمہ میں اس مضمون کو دہرایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو فرش بنایا اور اس فرش کو غیر متحرک پرسکون بنانے کے لیے اس میں پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا تا کہ یہ سکون سے غیر متحرک اور ساکن رہے۔

جو بنی نوع انسان کے لیے جائے مستقر قرار پائے اور انسان ہماری ان نشانیوں سے ہمیں پہچانے اور ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی تعلیم پر عمل کرے اور ہماری عبادت

Scanned by CamScanner

بھی اللہ تعالیٰ کے وجود کو تسلیم نہ کرنا ہٹ دھرمی اور ضد کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾

(ترجمہ) پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے جمائے گئے؟ اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بچھائی گئی؟

تشریح: یہ آسمان کیسے بلند ہو گیا؟ یہ پہاڑ کیسے قائم ہو گئے؟ یہ زمین کیسے بچھ گئی یہ ساری چیزیں اگر بن سکتی تھیں اور بنی ہوئی ان کے سامنے موجود ہیں تو قیامت کیوں نہیں آ سکتی؟ آخرت میں ایک دوسری دنیا کیوں نہیں بن سکتی؟ دوزخ اور جنت کیوں نہیں ہو سکتیں؟ اگر یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کر سکتا ہے تو زمین کو اللہ تعالیٰ ساکن کر کے اس میں موسم کی تبدیلی اور رات دن کی تبدیلی کیوں نہیں کر سکتا؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا ﴿٦﴾ وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا ﴿٧﴾

(ترجمہ) کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم نے زمین کو فرش بنایا، اور پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا،

تشریح: اس آیت کریمہ میں بھی اس مضمون کو دہرایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو فرش بنایا اور اس فرش کو غیر متحرک پرسکون بنانے کے لیے اس میں پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا تا کہ یہ غیر متحرک اور ساکن رہے۔

جو بنی نوع انسان کے لیے جائے مستقر قرار پائے اور انسان ہماری ان نشانیوں سے ہمیں پہچانے اور ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی تعلیم پر عمل کرے اور ہماری عبادت کرے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

جس نے تمہارے آرام کیلئے زمین کو مثل فرش کے بنایا اور اس میں تمہارے رستے بنائے تا کہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو۔

اور یہ ارشاد گرامی:

وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ﴿٧﴾

اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کو جمایا

اور یہ ارشاد گرامی:

وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُونَ ﴿٤٨﴾

اور ہم نے زمین کو فرش بنایا سو ہم کیسے اچھے بچھانے والے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانِ مبارک:

أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾

وہ ذات پاک جس نے زمین کو مخلوق کیلئے قرار گاہ بنایا اور درمیان نہریں بنائیں اور اس زمین کے ٹھہرانے کیلئے پہاڑ بنائے۔

اور یہ ارشاد:

وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا ﴿٣٠﴾ أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا ﴿٣١﴾ وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا ﴿٣٢﴾

اور اس کے بعد زمین کو بچھایا اور اس نے اسکا پانی نکالا اور چارہ نکالا اور پہاڑوں کو اس پر قائم کیا۔

پچھلے صفحات میں آپ نے قرآن حکیم کی ۱۷ سورۃ مبارک سے لی گئی آیات مقدسہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا جس میں مندرجہ ذیل الفاظ استعمال میں لائے گئے۔

Scanned by CamScanner

یعنی زمین کو پھیلایا، زمین بچھائی گئی زمین کو فرش بنایا، زمین کو اس جگہ رکھ دیا، زمین اور آسمان کا تھامنا، زمین کا ڈانواں ڈول ہونا، زمین کو مخلوق کیلئے قرار گاہ بنایا، زمین کے ٹھہرانے کیلئے پہاڑ بنائے، پہاڑوں کو اس پر قائم کیا، پہاڑوں کو میخیں بنایا، زمین کو انسان کیلئے گود بنایا۔ زمین کو گہوارہ بنایا۔

محترم قارئین! کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ مندرجہ ذیل الفاظ میں زمین کی کوئی حرکت ظاہر ہو رہی ہو۔ شرقاً غرباً یا شمالاً جنوباً بلکہ فرمایا جا رہا ہے کہ زمین پر پہاڑوں کو قائم کیا، تاکہ ڈانواں ڈول نہ ہو یعنی نہ یہ مشرق کی طرف ڈھلکنے لگے نہ مغرب کی طرف نہ شمالاً نہ جنوباً چلنا تو درکنار فرما دیا گیا کہ زمین کو اس جگہ رکھ دیا، یعنی اس جگہ جس جگہ یہ ہے یہ نہیں کہ اس جگہ کو کہ پھر اس کو چلا دیا گیا یا گھما دیا۔ اور قرار بنایا مطلب یہ کہ جہاں انسان سکون حاصل کر لے۔ جو شے خود سکون میں نہ ہو وہ دوسرے کو سکون مہیا نہیں کر سکتی۔ قرار گاہ سے مراد قرار، یعنی مقرر مقرر وہ جو فکس ہو۔ مثلاً آپ نے شادی کی کوئی تاریخ مقرر کی۔ یعنی ایک تاریخ ٹھہر گئی۔ لہٰذا زمین کو قرار گاہ کہا گیا۔

مِهٰدًا کا ترجمہ جھولا کر رہے ہیں کیا جھولا انسان کو سکون دیتا ہے اگر سکون سے مراد صرف نیند ہے تو پھر جاگنے کی حالت میں تو بے سکونی ہوئی۔ لہٰذا مِهٰدًا جسکا مطلب زیادہ قریب (گود) ہے۔ یعنی (گود) جو خود بھی سکون میں ہے اور اپنے رہنے والے کو بھی سکون مہیا کرتی ہے گود جو بچے کو تحفظ فراہم کرتی ہے گود جو وقت مقررہ پر بچے کو خوراک مہیا کرتی ہے اور (گود) ہی میں اسکی مناسب دیکھ بھال اور پرورش ہوتی ہے۔

عملی تجربہ

ہم گذشتہ ابواب میں پڑھ چکے ہیں کہ لادنیت کو فروغ دینے کیلئے چند اشخاص نے گردش زمین کے نظریے کو ہوا دی اور عوام الناس نے صرف اس لیے بادل نخواستہ اسے قبول کیا کہ قرآن حکیم سے صرف نظریہ یعنی تھیوری، کی حد تک ہی معلومات میسر ہیں جبکہ سائنسدان راکٹ کیمرہ اور کئی دوسرے سائنسی آلات سے اس دیو مالائی نظریہ کو سچ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ لہٰذا ہمارے اسلاف کا یہ قاعدہ رہا ہے، جیسے اعلیٰحضرت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک انگریز کو فلکیات کے میدان میں اور زبان میں اسکے سوالات کا جواب دیا تھا لیکن پھر بھی نہ ماننے والوں نے کچھ نہ مانا اور یہ غلط نظریہ ابھی تک مسلمانوں اور دوسری غیر مسلم اقوام میں بھی جڑ پکڑ چکا ہے۔ اسکی وجہ صرف یہ کہ کسی نہ کسی طرح قرآنی حقائق کو پس پشت ڈالا جائے۔

اب چونکہ سائنسی طریقہ کو اپناتے ہوئے پیدا کردہ سوالات کا جواب بھی سائنسی طریقہ کار ہی سے دیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اب مسلم اقوام کو اس محاذ پر اسی نقطہ نگاہ سے میدان میں اترنا ہوگا اور قرآن کی سچائی کو ثابت کرنا ہوگا۔ اور عالمی سطح پر قرآنی سچائی کی تشہیر کرنی ہوگی اور ترغیب دینی ہوگی۔

کیونکہ بند کمرے میں بولا گیا سچ اور دل ہی دل میں بولے گئے سچ کی اہمیت اس جھوٹ کے سامنے صفر ہے جو جھوٹ بہانگ دہل بولا جا رہا ہو، لہٰذا سچ کو بھی اسی باوقار اور پر جوش طریقے سے عوام کے سامنے لایا جائے تاکہ لوگ جھوٹ اور جھوٹے کی دونوں کی ملامت کریں۔

سونے کو پرکھنے کیلئے کسوٹی موجود ہے لیکن جب کسوٹی پر بھی سونا پرکھے سے اطمینان نہ ہو تو اسے آگ اور کیمیکل کے تجربے سے گزار کر پرکھا جاتا ہے۔ وہ حضرات جو قرآن حکیم کی سچائی پر یقین رکھتے ہیں کبھی بھی اس ضمن میں بضد نہیں ہوں گے کہ ہم اس سچائی کو تجربہ کے بعد اپنائیں گے انکا قرآن پر ایمان کامل ہے۔ لیکن وہ انسان یا

Scanned by CamScanner

طبقہ جو سچائی کو تجربہ کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتا ہے انکے لیے تجربہ کا مظاہرہ ضروری ہے۔لہٰذا ماضی کے علماء کرام نے صرف قرآن حکیم یا دوسرے علوم سے نظریاتی معلومات فراہم کیں اور تجربہ نہ کرنے کی وجہ سے انکے دلائل اس قسم کے لوگوں کو قائل نہ کر سکے جو تجربہ کے بعد سچائی کو قبول کرتے ہیں۔تو اگر گردش زمین کے نظریے پر عملی تجربہ سے یہ ثابت کیا جائے جسکے لیے آج تک کی ایسے کے بارے میں سوچا تجربہ نہیں کیا، کیوں نہیں کیا گیا یہ ایک ایسا سوال ہے جسکے لیے کئی جواب جنم لیتے ہیں۔

اتنی بڑی جسم کی حرکت یا سکون کو ناپنے کے لئے کوئی لیبارٹری نہیں۔لیبارٹری کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی گئی۔

تجربہ کیا نیں جاسکتا تھا۔اس لیے تجربہ کے بارے میں سوچا بھی نہ گیا۔ایسے آلات و ماہرین موجود نہ تھے جو یہ تجربہ کرتے۔مناسب آلات سے مناسب ماحول میں اس قدر عظیم تجربہ کیلئے عظیم سرمایہ مہیا نہ کیا جاسکا یہ وہ تمام عوامل تھے جو تجربہ کی راہ میں رکاوٹ بنے لیکن اب کوشش کی جارہی ہے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اس نظریہ کو عملی شکل میں ڈھالنے کیلئے سائنسدان کوشاں ہیں اس کوشش میں پاکستان ایسا عظیم ملک بھی اپنے نہایت محدود وسائل کے باوجود سائنس کے میدان میں خاطر خواہ حصہ لے رہا ہے اور یہ تجربہ بھی انہی کوششوں میں سے ایک ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے ہماری خواہش ہے کہ پاکستان کا ہر فرد اس کی ترقی کیلئے قدم سے قدم ملا کر چلے اور اپنے حصے کا جو کام اور جتنا کام ہے وہ خوش اسلوبی سے کرے تاکہ ہم ترقی یافتہ قوموں میں اپنا مقام جلد حاصل کر سکیں جسکا خواب قائداعظم محمد علی جناح نے برسوں پہلے دیکھا تھا۔

خراج عقیدت

عالی حضرت امام احمد رضا بریلویؒ

عالی حضرت امام احمد رضاؒ نے دو کتابیں لکھیں جن میں سے ایک کا نام فوز مبین ہے جو ۱۹۱۹ء میں امریکی ہیئت دان پروفیسر البرٹ پورٹا کی ہولناک پیشین گوئی کے جواب میں ایک مفصل و مدلل مقالہ ''معین مبین بحر دور شمس و سکون زمین'' لکھا پروفیسر کی پیشین گوئی غلط ثابت ہوئی اور عالی حضرت امام احمد رضاؒ نے جو بیان فرمایا تھا وہ حرف بہ حرف درست ثابت ہوا اس مقالہ میں جہاں پروفیسر صاحب کی پیشین گوئی غلط ثابت کی اسی مقالہ میں ردّ حرکت زمین کے حوالہ سے بات سمجھائی گئی تھی لاتعداد دلائل دیئے گئے مگر نہ ماننے والوں نے ایک ہی رٹ لگا رکھی جس میں فرانس کے ڈاکٹر موریس بوکائلے کی مثال دی جاسکتی ہے۔جنہوں نے اپنی کتاب بائبل قرآن اور سائنس میں اس بات کا اعتراف کیا ہے۔کیونکہ زمین کا گردش کرنا اپنی جگہ ایک متنازعہ نظریہ ہے چاہے وہ دوسروں کے لیے متنازعہ نہ ہو جب کہ عالی حضرت کا نظریہ ساکن زمین کا پرچار بحوالہ قرآن کر رہا ہے جس کے پاس پیتل ہے وہ پیتل کو اس کی چمک دمک کی وجہ سے سونا کہہ رہا ہے اور لوگ اسے سونا سمجھ رہے ہیں اور جس کے پاس سونا ہے وہ سونے کی حمایت میں لاتعداد حقائق و دلائل پیش کر رہا ہے۔لیکن ثابت نہیں کر پا رہا۔جیسے کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ نظریاتی تصادم اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک کہ تجرباتی طور پر یہ باور نہیں کرادیا جاتا ہے کہ حق کیا ہے اس وقت تک جھوٹ کا جھنڈا بھی آن بان کے ساتھ لہراتا رہتا ہے عالی حضرت کی ایک تصنیف نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان منظر عام پر آئی میرے ہاتھ یہ دونوں کتب اُس وقت آئیں جب میں اپنا مسودہ پرنٹر کے سپرد کر چکا تھا'' فوز مبین'' فلکیات کے

Scanned by CamScanner

حوالہ سے زمین کی گردش کا انکار ہے اور اس کتاب سے کوئی ماہر فلکیات ہی زیادہ فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ مگر دوسرا رسالہ جس میں قرآنی آیات کا حوالہ ہے ان پانچ آیات میں سے میں صرف دو کا قبل اس رسالے کے حوالہ دے چکا تھا لیکن مختلف انداز میں۔

نظریاتی حد تک اعلیٰ حضرت سے لے کر اب تک کافی کام ہوا لگتا ہے لیکن ریکارڈ میں صرف احمد رضاؒ کے ان دو رسالوں کے علاوہ کوئی تیسرا میسر نہ ہو سکا۔ اور آج ۱۹۱۹ء کے بعد ۲۰۰۳ء میں مَیں یہ کوشش مختلف زاویوں سے کر رہا ہوں اور مختلف آیات کی روشنی میں اسی نظریے کو سچ ثابت کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں ماضی میں جو کچھ لکھا گیا وہ نظریہ کے جواب میں نظریہ تھا ایک عام آدمی اس سے بے بہرہ رہا۔ نچلی سطح تک نظریہ سکونتِ زمین کی شناسائی نہیں کرائی گئی نظریات کی جنگ کتابوں میں شروع ہو کر کتابوں ہی میں ختم ہو گئی۔ عوام الناس نے دونوں نظریات کو بغور پڑھا اور سنا۔ لیکن قبول نظریہ گردش زمین کیا۔ حالانکہ سچائی سکون زمین کے نظریہ میں ہے۔ ایسا کیوں ہوا؟ کیا اعلیٰ حضرت امام رضاؒ سے کوئی غلط بیانی ہوئی تھی ایک بڑے درجے کے عالم ہونے کی حیثیت سے کیا انہوں نے قرآن سے مدلل جواب نہیں دیئے تھے آخر اس ضمن میں انہیں کیوں نظر انداز کیا گیا۔ اس کی سب سے بڑی صرف دو وجوہات جو کہ قیاس پر مبنی ہیں سمجھ میں آتی ہیں۔

۱۔ فلکیات کے علم سے عام اور خواص واقفیت نہیں رکھتے اور اس علم کو سمجھنے والوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور علم فلکیات کے ماہرین کے بغیر بھی زندگی رواں دواں ہے، کوپرنیکس اور گلیلیو کے نظریے کو ماننے والوں نے علم فلکیات کی حیثیت کو یکسر نظر انداز کر دیا۔ حالانکہ دونوں نے علم فلکیات کی بنیاد پر ہی یہ دعویٰ کیا تھا۔ لیکن چونکہ علم فلکیات بھی سوائے لفظوں اور ہندسوں کی بھول بھلیوں کے اور کچھ نہیں لہٰذا اعلیٰ حضرت کے دیئے گئے دلائل سے جان بوجھ کر

چشم پوشی کی گئی اور جان چھڑائی گئی۔

۲۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ گردش زمین کے نظریے کی مخالفت میں دلائل قرآن حکیم سے دیئے گئے لہٰذا متعصبانہ ذہن رکھنے والوں نے آیات مقدسہ کی روشنی میں کی گئی بات اور دیئے گئے دلائل کو اس لیے بھی اہمیت نہ دی تھی کہ قرآن حکیم کی (نعوذ باللہ) ان کی نظر میں کوئی حیثیت نہیں اور بالکل اسی طرح کی سچائی کو تو پہلے دل سے جھٹلا رہے تھے جس کا پرچار بائبل کر رہی تھی۔ ایسی ہی سچائیوں کے خلاف تو جنگ تھی ورنہ وہ سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں کہ زمین ساکن ہے مگر چونکہ یہ نظریہ مذہب کا ہے لہٰذا مذہبی منافرت کبھی بھی اور کسی بھی صورت میں اس طرح کا کوئی دوسرا تیسرا چوتھا نظریہ قبول کرنے کے لیے تیار نہیں، جس میں جدید سائنسی ڈھانچے پر کوئی ضرب پڑ رہی ہو۔ لہٰذا ایک بہت بڑا کام جو اعلیٰ حضرت احمد رضاؒ نے کیا سرد خانے میں جا پڑا۔ اور نظریہ گردش زمین جوں کا توں اس لیے بھی پروان چڑھتا رہا کہ عملی پلیٹ فارم پر مغربی سائنس دانوں کی طرف سے جو بن پڑا انہوں نے کیا۔ مگر اسی نظریے کی نفی میں اسلامی پلیٹ فارم تجرباتی طور پر کچھ نہ کیا جا سکا اور اب اسی تجربے کی انتہائی ضرورت اور شدت کو محسوس کرتے ہوئے ایک نئے جذبے اور ولولے سے کام شروع کیا جا چکا ہے اور صرف اس لیے کہ بالآخر قرآن کی حتمی سچائی ثابت ہو جائے اور پوری دنیا میں یہ روشنی پہنچ جائے اور یہی اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشا ہے۔

موجودہ زمانہ میں جو بھی سائنسی آلات و تجربہ گاہیں موجود ہیں ان کو کام میں لا کر انشاء اللہ پاکستانی دانشور، مفکر، سائنس دان جلد تجرباتی طور یہ ثابت کریں گے کہ جو دعویٰ قرآن حکیم نے زمین کے ساکن ہونے کے بارے میں چودہ سو سال

Scanned by CamScanner

پہلے کیا تھا وہ درست ہے نہ کہ چار ہزار سال پہلے یونانی دیو مالائی نظریہ۔

عملی کی تجربہ کی اہمیت اور ضرورت

کسی مفروضے کو سچ ثابت کرنے کے لیے یا کسی مفروضے کی بنیاد پر کھڑے کیے گئے نظریہ کو حتمی شکل صرف تجربہ کے بعد ہی دی جا سکتی ہے لیکن اسکے لیے مناسب ماحول، دستیاب سائنسی و تجرباتی آلات و لیبارٹریز، ماہرین اور سرمایہ، یہ وہ تمام عناصر ہیں جو ایک نظریہ کو عملی جاملہ پہنانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں لہٰذا اس ضمن میں ہر اُس شخص سے تعاون کی امید کی جا رہی ہے جو سچائی کا ساتھ دینے کے لیے ہر وقت تیار ہے۔ یہ سچائی کا کام درحقیقت قرآن کا کام ہے اور قرآن کی عظمت کے لیے کام کرنا مسلمانانِ عالم کا فرض اوّلین ہے۔

حرفِ آخر

تمام مندرجہ بالا آیات مبارکہ کی روشنی میں ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ اور ہر کسی تعصب سے بالاتر ہو کر صرف حقیقت اور سچائی کا دامن تھاما جائے چاہے وہ سچائی شہد بنانے والی مکھی (نمل) سے متعلق ہو جو آج تک دنیا کے تمام سائنسدانوں کے لیے کھلا چیلنج ہے اور جو کام وہ (نمل) مکھی کر رہی ہے انسانی ترقی و عروج اس کے سامنے آج تک گھٹنے ٹیکے ہوئے ہے۔ اور اسی طرح کی بے شمار سچائیاں، چیلنج اور اسرار جو انسان کے تسلیم کرنے کے لیے چیلنج کو سمجھنے اور اس پر سوچنے کے لیے قرآن نے سامنے رکھے ہیں تا کہ جوں جوں انسان تحقیق کرتا چلا جائے بالآخر وہ سفر کرتا کرتا اپنے معبودِ حقیقی تک جا پہنچے اور اسی کی یکتائی اور بڑائی کو تسلیم کرلے اور اسی مقصد کے لیے قرآن کو انسان کے حوالے کر دیا کہ اگر مجھ تک کچھ آسانی سے پہنچنا چاہتے ہو تو کسی منزل تک انسان کو سیدھا راستہ جلد لے جاتا ہے۔ تو یہ قرآن سیدھا راستہ ہے اس میں پیچ و خم خود نہ پیدا کرو، لہٰذا اس کے نہ ماننے والوں نے بڑی کوشش کیں کہ اس کے تفاسیر و تراجم میں اپنی اپنی بساط کے مطابق عوام کے سامنے رکھیں لیکن جہاں راستہ قطعی طور پہ گھوم ہوتا ہے۔ وہاں ہر صورت قدرت انسان کو صحیح راہ دکھانے کے لیے کوئی نہ کوئی وسیلہ مہیا کرتی ہے۔ اور کسی نہ کسی کو کسی نہ کسی کام میں لگا رکھتی ہے۔

المختصر کہ مندرجہ بالا آیات میں انسان کے لیے زمین کے ٹھہرنے، رکے ہوئے، نہ چلنے اور مقرر ہونے کے بارے میں بار بار کہا گیا ہے اور سمجھایا گیا ہے باقی رہا نہ ماننے کا سوال تو نہ ماننے والوں نے تو اس وقت اپنی آنکھوں سے حضور اکرم ؐ معجزہ (شق القمر) دیکھا اور اُسے (نعوذ باللہ) جادو سے تعبیر کیا۔ اس لیے قطعی کسی حقیقت کو تسلیم نہ کرنے والوں کا تو کوئی علاج نہیں۔ وہاں صرف یہ ہے کہ سچائی کو جب بھی پرکھنے کا موقع ملے اپنی علمی، عقلی پیمانے اور حالات کی سازگاری کے مطابق سچائی کو تجربے کی بھٹی سے ضرور گزارنا چاہیے۔ یعنی

قرآنی حوالے سے یہ بات اس نہج پر پہنچتی ہے کہ قرآن حکیم بار بار زمین کی

Scanned by CamScanner

حرکت کو ساکت قرار دے رہا ہے۔ لیکن سائنس دان حضرات اس کی دو گردشیں بتا رہے ہیں ایک گردش سورج کے گرد اور دوسری اس کے اپنے محور کے گرد

☆ حضرت سلیمانؑ کے دور میں ملکہ سبا اور اس کی رعایا بھی سورج کی پوجا کرتے تھے۔ سورۃ النمل

قرآن حکیم نے اپنا حتمی فیصلہ انسان کو دے دیا۔ یہی فیصلہ تمام الہامی کتابوں اور صحیفوں پر بھی اسی طرح سنایا گیا ہے لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ نہ یہودیت میں نہ عیسائیت میں اور نہ ہی اسلام میں الہامی کتب کے حوالے سے گردش زمین کے نظریے کو تسلیم نہیں کیا جاتا، بلکہ یہ شوشا صرف سائنسی پلیٹ فارم سے اُڑایا گیا اور جس طرح اس دور میں بڑے جرات مندانہ الفاظ میں مارٹن لوتھر نے اس کی مخالفت کی ہے حالانکہ وہ ایک جدت پسند شخص تھا لیکن اُس نے اُس حتمی سچائی کو ماننے میں چاہے وہ ہزار ہا سال پر انا تھا۔ ماننے میں ذرا تامل سے کام نہیں لیا۔ اور جھوٹ کے لیے آواز اٹھائی اگر ان تمام حقائق کی موجودگی میں سائنسی اس امر کو تسلیم نہیں کرتی تو یہ سراسر سائنس دانوں کی بغاوت ہے کہ وہ ایک عمل کو سائنسی بنیادوں پر پرکھنے کی بجائے صرف ذاتی آراء سے کوئی نتیجہ اخذ کر کے دنیا کے سامنے پیش کر دیں۔

نظریاتی طور پر قرآن سے اخذ کردہ وہ تمام آیات مبارکہ گردش زمین کی نفی کے ضمن میں درج کر دی گئی ہیں اور ترجمہ کی مزید وضاحت کے ساتھ پیش کر دیا گیا ہے اگر معنی کے لحاظ سے یا ترجمہ میں کوئی کمی رہ گئی ہو تو اس کے لیے مصنف معذرت خواہ ہے اور تمام قارئین سے التماس ہے کہ وہ کسی کمی وبیشی کی نشان دہی کر کے میری راہنمائی فرمائیں۔

اور یہی بات مائیکل ایچ ہرٹ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب (THE 100) میں کی ہے کہ

"It is clear that the Copernican theory has revolutionized our Conception of the universe, and had led to major changes in our whole philosophical outlook. But in evaluating the

importance of copernicus, it should be remembered that astronomy does not have the great range of practical applications that physics, chemistry and biology do. In principle, one could construct such devices as a television set, on auto mobile, or a modern chemical factory without the slightest knowledge or applications of Copernicus's theories (one could not do so with applying the ideas of Faraday, Maxwell, Lavoisier, and Newton.)"

ترجمہ:۔ یہ بات واضح ہے کہ کائناتی تصورات کے سلسلے میں کوپرنیکس نے انقلابی نظریہ پیش کیا جو تمام فلسفی نظریات میں گہری تبدیلیاں لایا، مگر کوپرنیکس کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے یہ بات خاص طور پر ہمیں یاد رکھنی چاہتے کہ فلکیات میں عملی تجربات کی گنجائش جو ہمیں فزکس، کیمسٹری یا بیالوجی کے میدان میں میسر ہے۔

اصولی طور پر کوئی بھی شخص کوپرنیکس کی اس تھیوری (نظریہ) کو معمولی سا بھی جانے بغیر ٹیلی ویژن، گاڑی، یا جدید کیمیکل کی فیکٹری کے طریقہ کار کو سمجھ سکتا ہے، لیکن کوئی بھی شخص بغیر فیریڈے، میکسی وِل لیوانرڈ اور نیوٹن کے خیالات کو عملی جامہ پہنائے بغیر یہ تمام کام نہیں کر سکتا۔

ثابت ہوا کہ کوپرنیکس نے ارلیستادکس کے دیئے گئے مفروضے کی تشہیر اس لیے بھی شروع کی کہ کونسا کوئی شخص اس کا ثبوت مانگے گا کون زمین کو ہتھیلی پر رکھے گا اور کون سورج پہ جائے گا لہٰذا یہ خیال خام ایک نظریہ کی حیثیت اختیار کر گیا۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن کی روشنی میں زمین کو ساکن یعنی (اس کی دونوں گردشوں سے نفی) سورج کے گرد اور اپنے محور کے گرد تصور کی جائے، چاہے کہیں یہ لکھا ہوا مل بھی جائے کہ زمین گھوم رہی ہے تو سمجھنا چاہیے کہ یہ قرآنی نظریے کے مخالف نظریہ ہے۔ کیونکہ قرآن کی رُو سے زمین ساکن ہے۔

تمت بالخیر

Scanned by CamScanner

عمران سلیم ہاشمی علمی و ادبی گھرانے کے فرد کی حیثیت سے ادبی محفلوں میں اچھی شہرت رکھتے ہیں۔ ادبیات میں ایم۔ اے۔ کرنے کے بعد ان کے ذوق مطالعہ میں کافی اضافہ ہوا۔ جب نظریہ گردش زمین کے بارے میں فرانس کے ڈاکٹر موریس بوکائیلے کا یہ دعویٰ پڑھا کہ "یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ زمین سورج کے گرد گھوم رہی ہے" تو غیرت قومی اور حمیت دینی نے ایسا جوش مارا کہ اٹھے اور اٹھ کر کتاب لکھ دی۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

حافظ محمد عادل ولیجہ

خط و کتابت کے لئے پتہ

ہاشمق (پرائیوٹ) لمیٹڈ پوسٹ بکس نمبر:6201، لاہور کینٹ۔ (پاکستان)

ہاشمق (پرائیوٹ) لمیٹڈ پوسٹ بکس نمبر:2536 راس الخیمہ (ابوظہبی)

فون نمبر:92-42-6552456

قیمت/47 روپے 20 درہم (U.A.E)

E-mail: imranaraabi@hotmail.com

اسی کتاب کا نہایت نفیس اور سلیس عربی ترجمہ زیر طبع ہے۔